مفتی فیض احمد اویسی کی تصنیفی خدمات



مقالہ نگار

محمد سہیل

مقالہ مشرف

علامہ وسیم عباس صاحب

مرکزی جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ عالمی مدنی مرکز کراچی

KANZUL MADARIS BOARD

نتیجہ از ممتحن

عنوان مقالہ: ______________ عنوان نمبر: ______________

نام اُمیدوار: ______________ عالمیہ سال اول کا رول نمبر: ______________

نام جامعہ/مدرسہ: ______________ ریجن: ______________

نمبرات کی تقسیم کاری اور مختصر ملاحظات

نمبر شمار	مقالہ کے حصے	مقررہ نمبر	حاصل کردہ نمبر	نمبر کم ہونے کی وجہ
1	فہرست عنوانات	05		
2	مقدمہ مندرجہ ذیل امور کا احاطہ ضروری ہے (موضوع کا تعارف، اہمیت، سابقہ کام کا جائزہ، تحقیق کے بنیادی سوالات واہداف)	15		
3	(صُلبِ موضوع (سوالات و اہداف کے مطابق موضوع پر تحقیق	50		
4	حواشی و ذیل حوالہ جات اور توضیحی نوٹس	10		
5	موضوع کی بحث پر مبنی نتائج/ خلاصہ بحث	05		
6	موضوع پر مزید کام کرنے کی تجاویز	05		
7	مقالہ میں وارد آیات و احادیث کی فہرست (آخر میں لگائیں)	05		
8	فہرست مصادر و مراجع	05		
	میزان	100		

مقالہ کے بارے میں ممتحن کے عمومی تاثرات: ______________

____

____

نام ممتحن: ______________

دستخط ممتحن: ______________

تاریخ: ______________

نوٹ: نتیجہ از ممتحن، مندرجہ بالا پر فارمہ کاپی کرکے اُمیدوار اپنے مقالے کے آغاز میں لگائے، اس میں مطلوبہ کوائف کو اُمیدوار خود احتیاط سے درج کرے۔

فہرستِ مضامین

تصدیق مشرف

تسمیہ وتحمید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَ نَستَعِینُہٗ وَ نَستَغفِرُہٗ وَ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَا وَ مِن سَیِّاٰتِ اَعمَالِنَا مَن یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَن یُّضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِکَ لَہٗ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَ رَسُولُہٗ۔

اَمَّا بَعدُ!

(انتساب)

بنام

شیخِ طریقت رہبرِ شریعت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت

علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی

دامت برکاتہم العالیہ،

قبلہ مفسرِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی

رضوی قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ

اور میرے روحانی والد (اساتذہ) اور جسمانی والدین کے دربارِ فضیلت

میں ایک نیاز مند مسلمان کا نذرانۂ عقیدت و محبت!

(رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا)

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

(اظہارِ تشکر)

شکر اس پاک ذات (اللہ تعالیٰ) کا جس کے اذن و حکم کام انجام کو پہنچتے ہیں۔ اور احسان اس ذاتِ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جن کے طفیل بگڑوں کے کام سنورتے ہیں۔

ہم ان تمام اشخاص کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری اس سعی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کسی طور پر بھی حصہ لیا۔

بالخصوص میرے شفیق استادِ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی ابو ثوبان ملک کاشف المدنی عطاری نعیمی دامت برکاتہم العالیہ اور میرے مشرف و استاد قبلہ استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد وسیم عباس المدنی عطاری دامت برکاتہم العالیہ۔

اور میرے مخصوص دوست جنہوں نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا اور ان ہی کی بدولت میرا یہ مقالہ پائے تکمیل کو پہنچا۔

میں مشکور ہوں مولانا عمیر اویسی صاحب کا جنہوں نے مجھے فیضِ ملت کی دینی خدمات سے باخبر، مقالہ کے مواد سے آگاہ کیا اور وقتاً فوقتاً یہ تمام حضرات پوچھ گچھ اور رہنمائی بھی کرتے رہے۔

ان تمام اشخاص نے میرے اس مقالے میں بھرپور حصہ لیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقیاں عطا فرمائے۔ اور ان کے طفیل مجھ گناہگار کو ھدایت (**ایصال الی المطلوب**) نصیب فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

(مقدمہ)

(العلم باب الله الأقرب والجهل اعظم حجاب بينك وبين الله)۔ یعنی علم، اللہ عزوجل کا قریب تر دروازہ ہے اور جہل (بے علمی) تمہارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان سب سے بڑا حجاب (رکاوٹ) ہے۔

علم موجبِ حیات (زندگی کا باعث) بلکہ تین حیات اور جہل (بے علمی) مورث) موت (موت کا سبب) بلکہ خود موت ہے۔

اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی شئ علم سے بہتر ہوتی آدم علیہ السلام کو مقابلہ ملائکہ (فرشتوں کے مقابل) میں دی جاتی۔

قرآن میں علماء کے فضائل:

{شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ}

اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔[1]

اس آیت سے تین فضیلتیں علم وعلماء کی ثابت ہوئیں:

اول: خدائے عزوجل نے علماء کو اپنے اور فرشتوں کے ساتھ ذکر کیا اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ انتہاء نہیں رکھتا۔

دوم: ان (علماء) کو فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت (ایک ہونے کا گواہ اور ان کی گواہی کو وجہِ ثبوتِ الوہیت (اپنے معبود ہونے کی دلیل) قرار دیا۔

سوم: ان (علماء) کی گواہی مانندِ گواہی ملائکہ کے (فرشتوں کی گواہی کی طرح) معتبر ٹھہرائی۔[2]

---

[1] (آلِ عمران:۱۸)

[2] (فیضانِ علم وعلماء:۹)

حدیث میں علماء کے فضائل:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد دوسرا عالم، آپ (صلی اللہ تعال علیہ والہ وسلم) نے فرمایا: تفضل العالم علی العابد کفضلی علی أدناکم

یعنی بزرگی وفضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے کمتر پر۔ [3]

علم سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو علمِ اسماء (اشیاء کے ناموں کے علم) نے مسجودِ ملائکہ (فرشتوں سے سجدہ کی نعمت) اور حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ لدنی نے استاذئ موسیٰ علیہ السلام کا شرف دلوایا اور حضرت سیدنا یوسف علیہ السّلام کو علمِ تعبیر (خوابوں کی تعبیر کے علم) نے مصر کی بادشاہی اور حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو علمِ منطق الطیر (پرندوں کی بولیاں سمجھنے کے علم) نے بلقیس سی عورت دلوائی اور حضرت سید تنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علمِ عیسیٰ علیہ السلام نے تشنیعِ قوم (لوگوں کی ملامت) سے نجات دی۔ ایک نکتۂ علمی نے مورِ ضعیف (کمزور چیونٹی) کا یہ مرتبہ کیا کہ پروردگار عزوجل نے اس کا قصہ قرآن میں بیان فرمایا۔ جو شخص علم کی قدرومنزلت جانتا ہے ساری دنیا کی بادشاہت اس کے نزدیک کچھ قدروقیمت نہیں رکھتی۔ [4]

ماقبل آیتِ مقدسہ، حدیثِ مبارکہ، کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ علم والوں کو یعنی علماءِ اسلام کو اللہ تعالی نے بے شمار فضیلتوں وبرکتوں سے نوازا ہے۔ علم ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے سے انسان ذلت ورسوائی اور گمراہی وناآشنائی سے نکل کر عزت وو قار کی سعادتوں کو پالیتا ہے۔ جو شخص علم سے خالی رہا تو وہ اپنے مقصدِ تخلیق سے عاری رہا اور جس نے اسے حاصل کیا تو اس نے درحقیقت اپنے مقصدِ تخلیق کو پالیا۔

مذکورہ بالا صفات وفضائل وکمالات کے حامل علماء کرام میں سے ایک مشہور ومعروف نامور شخصیت فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، بانئ جامعہ اویسیہ رضویہ، شیخ الاسلام، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، مفتی، محقق ومصنفِ کتبِ کثیرہ، الحاج، حافظ فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جن کا تذکرۂ خیر ہمارے اس مقالہ بنام "مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات" میں کیا جارہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخِ اسلام ہی کے نہیں، بلکہ تاریخِ عمومی میں بھی وہ مصنف اور مؤلف ہیں، جنہوں نے چار زبانوں یعنی اردو، فارسی، سرائیکی اور عربی میں پانچ ہزار کے قریب رسائل مختلف علوم وفنون کے عناوین پر لکھے ہیں۔

---

[3] (ترمذی شریف)

[4] (فیضانِ علم وعلماء:۲۵)

تاریخ میں ایسا مصنف نہیں ملتا جس نے علومِ عقلیہ و علومِ نقلیہ کی تقریباً تمام جہتوں میں اور وہ بھی ایک سے زیادہ زبانوں میں تصنیفات لکھی ہوں، مگر اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کے علوم کے وارثین میں سے فیضِ ملت کو منتخب فرمایا اور انہیں دونوں جہتوں کے علوم کا ماہر بنایا، ان کے قلم سے تقریباً پانچ ہزار تصنیفات قلم بند کروائیں، تاکہ دنیا محو حیرت میں رہے، ایمان والوں کا یقین اور پختہ ہو کہ جب فخر سادات حضرت محمد ﷺ کے ایک امتی کے علم کا یہ عالم ہے تو خود اس ذات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا عالم ہو گا۔ آپ ﷺ تمام علوم کے جامع ہیں، اللہ نے کوئی علم ایسا نہ تھا جو آپ ﷺ کو نہ دیا ہو اور آپ ﷺ نے یہ علم اول صحابۂ کرام علیہم الرضوان میں منتقل فرمایا، پھر حسبِ ضرورت اللہ نے جہاں جس کے لیے چاہا، اسے اتنا علم دیا۔
آپ نمود و نمائش، سمعہ و ریاکاری سے اپنا دامن بچاتے ہوئے خلوص للّٰہیت کیساتھ دینِ متین کی ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہے۔ تا قیامِ قیامت میدانِ علم کے شہسواروں میں آپ کا نام مثلِ شمس تابندہ رہے گا۔

انتخابِ موضوع:

میرے مقالہ کا موضوع ''مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات'' ہے۔ اس موضوع کو منتخب کرنے کا ایک مقصد تو فیضِ ملت سے بوسیلۂ مطالعہ فیض حاصل کرنا ہے اور مقصدِ ثانی یہ ہے کہ آپ کی تصنیفی، تقریری اور تدریسی خدمات سے لوگوں کو باخبر اور آپ کی تعلیمات کو لوگوں میں عام کیا جائے۔ مزید یہ بھی کہ آپ کی خدمات کے متعلق قلم اٹھانے سے مجھ گناہگار میں جذبۂ تصنیف و تالیف پیدا ہو جائے اور فیضِ ملت کی خدمات کو زندہ کرنے والوں میں فقیر کا نام بھی شمار کیا جائے۔

تعارفِ موضوع

میرے مقالہ کا موضوع ''مفتی فیض احمد اویسی کی تصنیفی خدمات'' ہے۔ یہ مقالہ چار عنوانات پر مشتمل ہے جسے ہم نے ابواب بندی اور فصل کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ پہلا باب، فیضِ ملت کے تعارف و حالات و واقعات پر مبنی ہے۔ دوسرا باب، آپ کی تدریسی خدمات پر مشتمل ہے۔ اس میں دو فصلیں ہیں: ۔ تحقیق و اندازِ تدریس ۲۔ دورۂ تفسیرِ قرآن تیسرا باب، آپ کی تقریری خدمات پر مشتمل ہے۔ اس میں دو فصلیں ہیں: ۔ تقریر کی تحقیق ۲۔ خطاباتِ اویسی چوتھا باب، آپ کی تصنیفی خدمات پر مشتمل ہے' اس کے بعد خلاصۂ مقالہ لکھنے کی سعی کی گئی ہے جس میں محض ایک صفحہ پر مقالہ کا خلاصہ کیا گیا ہے۔
اس موضوع پر لکھ کر دل کو سرور نصیب ہوا۔ (الحمد للّٰہ)

اہمیتِ موضوع:

سوانح نگاری و دینی خدمات بنیادی طور پر کسی شخص کی زندگی کے حالات اس وجہ سے بیان کرنے کا نام ہے کہ دوسرے افراد بالخصوص عام عوام کو کسی مخصوص "شخصیت" کی زندگی کے تجربات سے آگاہ کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شخصیت کی زندگی کے کارہائے نمایاں، جن میں نوعِ انسانی کو فائدہ پہنچا ہو اور لوگوں کے لیے ایک مثالی نمونہ پیش کرنے کا نام ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ماضی کی وہ شخصیات جنہیں ہم بھول جاتے ہیں، انہیں دوبارہ یاد کیا جائے، اور انہیں خراجِ تحسین پیش کیا جا سکے۔ ان سب کے علاوہ سوانح نگاری، تاریخ نویسی، تحقیق کی بھی ایک قسم ہے۔ یہ ایک طرح کے تاریخی دستاویزات کا کام بھی کرتی ہے۔ انہیں شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت فیضِ ملت فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جن کے کارناموں کی شعاؤں سے آج ساری دنیا روزِ نہار کی طرح روشن ہے۔ آپ نے تقریباً پانچ ہزار علوم وفنون پر اپنی تصانیف چھوڑیں، تقریر میں اپنی مثال آپ رہے اور تدریس میں بھی یکتا تھے۔

ان تمام خدماتِ اویسی کو اس مقالہ میں لکھنا نہایت ضروری و اہم ہے تا کہ عوام وخواص سبھی کو آپ کی خدمات سے آغاہ کیا جائے اور آپ کی کتب کو شائع کرنے پر ابھارا جائے۔

باب:اول

(تعارفِ فیضِ ملّت مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان: { وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ } ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر علم والے پر ایک علم والا ہوتا ہے۔[5] اس آیت مبارکہ کے تحت مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تبارک وتعالی کی ذات تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔[6] مذکورہ آیتِ مبارکہ کو بطورِ تبرک کے پیش کیا گیا ہے کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ میں عالم دین کا ذکر ہے اور اس مقالے میں بھی ایک عظیم عالمِ دین کا ذکر خیر ہے کہ جو حافظ، قاری، عالم، مفتی، محدث، مقرر، مبلغ، مدرس، مصنف، محقق، مؤلف، مترجم اور صوفی بزرگ میری مراد حضرت علامہ مولانا ابو صالح حضور فیض ملت مفتیٔ اسلام محدثِ بہاولپور شیخ محمد فیض احمد اویسی رحمتہ اللہ تعالی علیہ جن کا تذکرۂ خیر تعارف کی صورت میں درج ذیل ہے۔

نام مبارک:

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نامِ مبارک محمد فیض احمد بن نور احمد بن حامد بن کمال ہے.

کنیت:

آپ کی کنیت آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے مرحوم محمد صالح (شہید) کی نسبت سے ابو صالح ہے۔

نسب شریف:

آپ کے نسبِ مبارک کو ایک خاص نسبت حاصل ہے کہ آپ کا نسب مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا جان حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے مزید یہ بھی کہ آپ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے مقلد تھے اور آپ نے سلسلۂ اویسیہ کے سرچشمہ حضرت مولانا محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ علیہ (جن کا مزار بھارت میں ہے) کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ محمد دین رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت لی تھی۔ ۱۳۸۱ھ میں ان کے وصال کے بعد آپ نے

---

5 (یوسف:۷۶)[5]

6 (خازن، یوسف، تحت الآیۃ)(صراط الجنان، تحت الآیۃ)

بواسطۂ حضرت علامہ حسن علی رضوی میلسی رحمتہ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا. گویا اگر غور کیا جائے تو آپ منسباً عباسی، مسلکاً حنفی اور مشرباً اویسی قادری رضوی تھے۔[7]

ولادت باسعادت:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان: { خَلَقَ الْاِنْسَانَ }

یعنی اس نے انسان کو پیدا فرمایا[8] "" کی روشنی میں فیضِ ملت رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کا ذکرِ خیر درج ذیل ہے:

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء کو ضلع رحیم یار خان کے ایک چھوٹے سے گاؤں کندلاں میں پیدا ہوئے جو پہلے مشہور نہیں تھا لیکن فیضِ ملت رحمتہ اللہ علیہ کے جلوہ گر ہونے سے وہ گاؤں ہی کیا بلکہ وہ شہر بھی مشہور ہو گیا۔

آپ کے گاؤں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے خود اپنے گاؤں کا نام شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور اپنے دادا مرحوم مولانا حامد میاں صاحب کی نسبت سے حامد آباد تجویز فرمایا آج تک یہی نام مشہور و معروف ہے۔[9]

تعلیم وتربیت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حصول علم کے لیے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں کر سکے گا۔[10]

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں علم کے متعلق بشارت دی گئی اور چونکہ فیضِ ملت کا بھی علم سے ایک گہرا تعلق رہا ہے لہٰذا اسی مناسبت سے حدیث پاک بطور تبرک ذکر کی گئی۔

فیضِ ملت نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا نور احمد صاحب ہی سے حاصل کی۔ جب آپ سات سال کی عمر کو پہنچے تو آپ نے اپنے والد ماجد ہی سے ناظرہ قرآن مکمل کر لیا ۱۹۴۲ء میں آپ نے پرائمری کی پانچ جماعتیں پاس کیں۔ پھر آپ اپنے والد ماجد کی خواہش اور اپنی دلی لگن کے مطابق قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے مدرسے میں لگے مستقل تعلیم کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے

---

7 (مقصود نوشاہی اویسی، یادگارِ فیضِ ملت، فیض رضا پبلیکیشنز کراچی، ص۷)

8 (رحمٰن:۳)

9 (مظلوم مصنف، حصہ اول، ص۹)

10 (ابوداؤد:۳۶۴۳)

آپ نے حفظِ قرآن بتدریج وقفے وقفے سے کیا۔ آپ کے حفظِ قرآن اور آزادیٔ پاکستان کے مابین ایک گہرا تعلق ہے کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بمطابق ۲۷ شبِ رمضان آپ نے پہلی مرتبہ تراویح میں جیسے ہی قرآن مجید مکمل کیا کہ اتنے میں خبر آئی کہ ملکِ پاکستان وجود میں آگیا ہے. پھر اسی طرح پڑھتے پڑھتے ۱۹۴۷ء کے آخر میں آپ نے درس نظامی کی کتب پڑھنے کا آغاز کیا محض ایک سال کے قلیل عرصے میں آپ نے متعدد فارسی کتب حضرت علامہ مولانا اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھ لیں. آپ کو فارسی زبان سے لگاؤ تھا اسی وجہ سے آپ نے فارسی کے اشعار اس طرح یاد کر لیے جیسے حافظِ قرآن کو سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔

۱۹۴۸ء کے آخر میں صرف ونحو کا آغاز پیر خورشید احمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس پڑھیں۔ چند درس نظامی کی ابتدائی کتب کے بعد آپ نے مفتی سراج احمد مکھن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس چند کتبِ ضروریہ مزید پڑھیں پھر آپ نے بقیہ کتبِ درس نظامی موقوف علیہ تک حضرت علامہ عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس پڑھیں ۱۹۵۱ء میں درجہ دورۃ الحدیث شریف کے لیے آپ محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل ہونے پر محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب کے دست مبارک سے آپ کی رسمِ دستارِ فضیلت ہوئی اور آپ کو سندِ فراغت کے ساتھ ساتھ سندِ حدیث بھی عنایت کی گئی۔[11]

فیضِ ملّت کے چند مشہور اساتذہ کرام:

استاد ایک روحانی باپ ہوتا ہے کہ جسمانی باپ تو محض اس کی دنیاوی اعتبار سے پرورش کرتا ہے اور اسے دنیاوی بلاؤں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ روحانی باپ اس کے اخروی معاملات کو بہتری کی طرف لے جاتا ہے اور اسے حقیقی منزل کی پہچان بتاتا ہے۔ اسی لیے استاد کو مربی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بندے کو آہستہ آہستہ زوال سے کمال تک پہنچا دیتا ہے. اسی لیے استاد کو ماں باپ سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے.

فیضِ ملّت کے اساتذہ باکمال شخصیات تھے کہ انہی اساتذہ کرام کا فیضان فیضِ ملت کو نصیب ہوا اور آپ کو مقام و مرتبے سے نوازا گیا۔ آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام کے نام درج ذیل ذکر کیے جارہے ہیں۔

۱) مفتی اعظم و محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲) حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ

۳) حضرت علامہ خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ

۴) حضرت علامہ سراج احمد مکھن بیلوی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ

---

11 (مفتی عبد الرحمن نقشبندی کہروڑپکا، مقالہ حضرت مفتی محمد فیض احمد اویسی)

۵)علامہ حکیم اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ

۶)مولانانور احمد صاحب

۷)قاری محمد یاسین صاحب

۸)حضرت علامہ مولاناعبد الکریم فیضی صاحب۔(مقصود نوشاہی اویسی، یاد گارِ فیض ملت، فیض رضاپبلیکیشنز کراچی، ص ۲۴)

اجازتِ سندِ حدیث:

فیضِ ملّت کو حضرت پیر سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ، شیخ عبد الکریم بغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور مفتیٔ اعظم ہند محمد مصطفی رضاخان صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور پاک وہند کے علاوہ آپ کو عرب ممالک کے اہلِ علم حضرات سے سندِ حدیث کی اجازت حاصل تھی۔(مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص۱۹)

فیضِ ملّت کی غوث پاک سے محبت:

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان: { اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ }

یعنی سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[12]

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں اولیاء کرام کا ذکرِ خیر ہے اور اولیاءاللہ کی تعریف کے متعلق حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اللہ کے اولیاء سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے۔[13]

اولیاءاللہ کی بات ہو تو ہر عاشقِ رسول کا ذہن فوراً اولیاءاللہ کے سردار حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی طرف بدیہی طور پر منتقل ہو جاتا ہے کہ غوث پاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ اولیاء کے سردار اور ہر ولی کی گردن پر اپنا قدم مبارک رکھنے والے بزرگ ہستی ہیں یہ ایسی شخصیت ہیں کہ انہیں تعارف کی حاجت نہیں بلکہ تعارف ان کا محتاج ہے۔امام الاولیاء، قادریوں کے پیشواء، قطب اور غوث آپ کے مشہور القابات ہیں آپ ہی کے نام مبارک پر گیارویں شریف منائی جاتی ہے.

گیارویں شریف منانے والوں میں ایک نامور شخصیت حضور فیضِ ملت بھی ہیں کہ آپ کو حضور غوث پاک سے بے پناہ محبت تھی اور فیضِ ملت بطور فخر اپنے آپ کو قادری کہتے تھے ویسے تو گیارویں شریف گیارہ ربیع الغوث کو ہوتی ہے لیکن عاشقان غوث پاک ہر ماہ گیارہویں شریف دھوم دھام سے منایا کرتے ہیں ان عاشقوں میں ایک نامور شخصیت فیض ملت بھی ہیں کہ آپ کا بھی معمول

---

12 (یونس:۶۲)

13 (خازن، یونس، تحت الآیۃ)

تھا کہ آپ ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم شریف کرواتے تھے. آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے مزار شریف پر ہر ماہ چاند کی ۱۵ تاریخ کو بعد نمازِ عصر ختم قادریہ شریف کا اہتمام ہوتا ہے اور آپ کے ادارہ جامعہ اویسیہ رضویہ میں اب بھی ہر سال ربیع الغوث میں بڑی گیارویں شریف کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے مزید یہ کہ فیض ملت کا ۲۰۱۰ء تک معمول رہا کہ آپ ہر جمعۃ المبارک کو تقریر کرتے وقت موضوع چاہے جیسا بھی ہو لیکن کسی بھی طرح حضور غوث پاک کا ذکر خیر ضرور کر دیا کرتے تھے اسی محبت اور عشق کی وجہ سے آپ کو حضور غوث پاک کا بھی فیض نصیب ہوا۔[14]

امام احمد رضا بریلوی اور فیض احمد اویسی:

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ آپ کا نام ہی سنیت کی پہچان ہے۔ اعلی حضرت کی ذات ہر عاشقِ رسول سنی صحیح العقیدہ کے سینوں میں بسی ہے آج کے اس پُر فتن دور میں اعلی حضرت مجد دِ دین وملت سنیت کی علامت ہے کہ اگر کسی پر آپ کا فیض جاری ہو اتو وہ گمراہ نہ ہو گا اسی لیے پندرویں صدی کے مجدد شیخ محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر علمائے اہلِ سنت فرماتے ہیں کہ اعلی حضرت پر ہماری آنکھیں بند ہیں۔

اعلی حضرت نے تقریبا ۵۵ علوم وفنون پر اپنی تصانیف مبارکہ بطور ورثاء کے چھوڑیں اور فیض ملت اعلی حضرت کے حقیقی وارث بنے اور ثانئ اعلی حضرت کہلائے. اعلیٰ حضرت اور فیض ملت تصنیف کے اعتبار سے مشترک ہیں بس فرق اس بات کا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے علماء کے لیے اپنا قلم اٹھایا جبکہ فیض ملت نے علماء اور بالخصوص عوام کے لیے قلم اٹھایا۔

اعلیٰ حضرت اور فیضِ ملّت میں مشترکات:

۱﴾ اعلی حضرت نے فنِ تجوید از خود حاصل کیا اسی طرح فیض ملت نے بھی نہ صرف فنِ تجوید حاصل کیا بلکہ اس پر جامع تصانیف بھی تحریر کیں۔

۲﴾ اعلی حضرت نے علوم منقولہ ومعقولہ پر ۱۰۰۰ سے زائد کتب تحریر فرمائیں جبکہ فیض ملت نے تقریبا ۵۰۰۰ کتب کا ذخیرہ چھوڑا.

۳﴾ اعلی حضرت نے ۳ زبانوں ﴿عربی، اردو اور فارسی﴾ پر اپنی تصانیف چھوڑیں جبکہ فیض ملت نے ۴ زبانوں ﴿عربی، اردو، فارسی اور سرائیکی﴾ پر بھی اپنی تصانیف چھوڑیں۔

۴﴾ اعلی حضرت نے نثر و نظم دونوں پر قلم اٹھایا اسی طرح فیض ملت نے بھی نثر و نظم دونوں پر اپنا قلم اٹھایا۔

---

14 (مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص ۲۱)

۵)اعلی حضرت ایسی باکمال شخصیت ہیں کہ آپ ایک سوال پر پوری پوری کتاب لکھ دیتے اسی طرح فیض ملت کو بھی آپ کا یہ فیض جاری ہوا کہ آپ نے بھی محض ایک سوال پر پوری پوری کتب تصنیف فرمادیں۔

۶﴾اعلی حضرت ہر فن مولا تھے کہ آپ کے فیض سے فیض ملت بھی ہر فن مولا ہوئے۔

۷﴾اعلی حضرت نے سائنس پر کئی کتب تصنیف فرمائیں اسی طرح فیض ملت نے بھی قرآن سے نئی سائنس ثابت کی اور کتب تحریر کیں۔

۸﴾اعلی حضرت نے فتویٰ نویسی پر کثیر فتاویٰ جات کا ذخیرہ چھوڑا جو کئی جلدوں پر آج مشتمل ہے اسی طرح آپ کے فیضان سے فیض ملت نے بھی فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا اور آپ نے فتاویٰ اویسیہ آٹھ جلدوں پر مشتمل کتاب تصنیف فرمائی۔

ان تمام باتوں اور مشترکات سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ فیض ملت دراصل ثانیٔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں۔(سید زاہد حسین نعیمی اویسی[15]

فیضِ ملّت بحیثیت پیرِ کامل:

حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے علمائے کرام کے اس قول﴿مہد سے لحد تک علم حاصل کرو﴾ کے مطابق اپنی زندگی بسر کی. سفر ہو یا حضر ہر جگہ آپ کا معمول تھا کہ آپ علم سیکھتے سکھاتے رہتے حتی کہ ایامِ علالت میں بھی لکھنے کا کام آپ کا جاری و ساری رہتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو کئی خوبیوں سے نوازا تھا اور آپ نے بھی ان خوبیوں کو سمجھتے ہوئے اپنی زندگی انہی خوبیوں پر صرف کر دی. آپ بیک وقت عالم وفاضل و مفسر و مفتی و محدث و حافظ و قاری و مدرس و مناظر و مبلغ و مقرر و محقق اور تقریباً پانچ ہزار کتب کے مصنف تھے۔ مزید یہ کہ آپ مرشدِ کامل، پیرِ طریقت اور رہبرِ شریعت بھی تھے. قدیم زمانے سے یہ اصول چلتا آرہاہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ محدثین، مفتیوں کے محتاج رہے اور مفتی کو محدثین کی حاجت رہی لیکن ان دونوں گروہوں کو جن کی محتاجی ہوتی وہ گروہ صوفیاء کرام اولیاء کرام کا تھا کیونکہ ان کے بغیر مفتی و محدث فیضیاب نہیں ہوسکتے لہذا ہر بندے کو کسی نہ کسی مرشدِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے اور علمائے کرام کہتے ہیں: جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے. لہذا ہر بندے کو پیر کامل کی ضرورت رہتی ہے. انہی مرشدوں میں ایک نامور شخصیت حضرت علامہ مولانا پیرِ طریقت رہبر شریعت مفتی فیض احمد اویسی بھی ہے. اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو غیبی فیوض وبرکات سے نوازا تھا. آپ کامل مرشد تھے اور آپ کامل مرشدوں کو ہی پسند فرمایا کرتے تھے۔

15 (راولاکوٹ آزاد کشمیر، الحدائق میانوالی کا مفسر اعظم پاکستان نمبر، ماہنامہ بنام فیض عالم بہاولپور)

فیض ملت سے سوال کیا گیا کہ شیخِ طریقت میں کن خوبیوں کا موجود ہونا ضروری ہے؟ تو آپ نے اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان کی بیان کردہ چار شرائط بتائیں جو درج ذیل ہیں:

۱﴾ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تک مرشد کامل کا سلسلہ متصل ہو.

۲﴾ سنی صحیح العقیدہ عاشقِ رسول ہو۔

۳﴾ شرعی علوم سے بقدرِ ضرورت واقف ہو۔

۴﴾ فاسقِ معلن نہ ہو۔[16]

بدقسمتی سے آج کل ہمارے سامنے ایسے ظاہری پیر رونما ہو رہے ہیں جن میں مذکورہ چار شرائط جو کہ ضروری بمعنی ﴿فرض﴾ یہ بھی نہیں پائی جاتیں وہ بھی اپنے آپ کو مرشدِ کامل اور نہ جانے کن کن القابات سے اپنے آپ کو زینت دے رہے ہوتے ہیں. ان کا حلیہ بظاہر بایزید بسطامی جیسا لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ وہ بایزید نہیں بلکہ یزید ہوتے ہیں جنہوں نے صوفیاء کرام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہوتا ہے۔ آج ہماری درگاہوں کا عالم دیکھ کر کتنے ہی لوگ ہیں جو ہم سے بدظن اور دور ہو رہے ہیں. حضور فیض ملت سے جب اس نظام کے متعلق ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے سوال کیا کہ خانقاہی نظام تباہی کے دہانے پر ہے اس اہم مسئلے کا حل کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خانقاہی نظام خوب سے خوب تر تھا جب اس نشیمن کے مکین حضور غوث اعظم دستگیر اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہما کے غلام تھے اب اس نشیمن میں زاغوں کا بسیرا ہے یا ان کی اصلاح ہو جائے یا کوئی ان زاغوں کو اڑا کر شہبازوں کو بٹھا دے۔[17]

فیضِ ملّت کے خلفاء کرام:

آپ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی علمی زندگی کا آغاز تو بچپن ہی سے ہو گیا تھا لیکن باقاعدہ تدریسی زندگی ۱۹۵۲ء تا ۲۰۱۰ء تک شمار کی جاتی ہے جو تقریباً اٹھاون سال کا عرصہ بنتی ہے۔ آپ نے اپنی اس اٹھاون سالہ زندگی میں تلاوت قرآن، ذکر اذکار، فرائض ونوافل، مطالعہ کثیرا، تقریر، تحریر، تدریس اور دیگر وظائف ان تمام مصروفیات کے باوجود بھی لاکھوں علماء، حفاظ، فقہاء، معلمین و مدرسین و محققین و مفتیان کرام اور وقت کے اولیاء کرام پیدا کیے. آپ کے سینکڑوں شاگرد دنیا بھر میں دین وملت کی خدمت کر رہے ہیں. اسی طرح آپ کے خلفاء کرام بھی دنیا بھر میں دینِ متین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ویسے تو فیض ملت کے مدرسے میں آنے والے ہر طالب علم کو فیض ملتا رہا لیکن چند لوگوں کو فیض ملت کا بطور خاص فیض حاصل ہوا۔ آپ نے ایسے افراد کو اپنی خلافت کا تاج پہنایا جو

---

16 انٹرویو ماہنامہ سوئے حجاز محمد خلیل الرحمن قادری، لاہور)

17 ایضا

دین متین کی خدمت کے لیے کڑھن رکھتے اور سرگرم بھی تھے فیض ملت نے مقام ولایت پر فائز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بطور ولی کے مشہور ہونے نہ دیا اور آپ نے صبر کا دامن تھامتے ہوئے کبھی بھی اپنی روحانی شخصیت کا اظہار نہ کیا مزید یہ کہ آپ نے خلافت عطا کرتے ہوئے بھی محتاط رویہ سے کام لیا۔

سادات کرام کی عزت و تعظیم فیض ملت انتہا درجے کی کیا کرتے تھے اور کرنی بھی چاہیے کہ یہ آلِ رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم ہیں اور ہم سرکار علیہ الصلوۃ والسلام اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کے غلام ہیں۔ غلام کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے آقا کی عزت کرے۔ فیض ملت بھی اسی لیے ان سے محبت فرماتے تھے دیکھنے والا خود ہی سمجھ جاتا کہ جو ﴿فیض ملت﴾ آلِ رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے اتنی محبت کرتا ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت کرتا ہوگا۔

سادات کرام کو خلافت کا تاج پہناتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ بھائی فقیر اویسی کا کیا ہے بس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوکری کر رہا ہوں ساداتِ کرام سے اپنی نسبت قائم کر رہا ہوں اور میرے نامۂ اعمال میں کچھ خاص نہیں ہے صرف سادات کرام کا استاد ہوں بس میدانِ محشر اور آخرت میں میری بخشش کے لیے یہی کافی ہے نہ کہ میرے اعمال صالحہ.

اسی وجہ سے خلافت کا تاج پہنانے میں سب سے پہلے سادات کرام کو حصہ عطا فرمایا اور دورہ تفسیرِ قرآن حاضری رجسٹر میں بھی سب سے پہلے سادات کرام شاگردوں کا نام تحریر فرماتے۔ [18]

چند مشہور خلفاء کرام کے اسمائے گرامی:

۱﴾ حضرت علامہ مولانا پیر سید مسرت حسین شاہ اویسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ﴿بہاولپور﴾

۲﴾ حضرت علامہ مولانا سید شوکت حسین شاہ اویسی رحمت اللہ علیہ ﴿انڈیا)

۳﴾ حضرت صاحبزادہ سید محمد منصور شاہ اویسی رحمتہ اللہ علیہ ﴿میانوالی﴾

۴﴾ حضرت سید محمد عارف شاہ اویسی رحمتہ اللہ علیہ ﴿کراچی﴾

۵﴾ حضرت سید صاحب از عزیزانِ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ ﴿کراچی﴾

۶﴾ پیرِ طریقت رہبر شریعت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم القدسیہ ﴿کراچی﴾

۷﴾ مولانا احمد رضا بن مولانا الیاس قادری ﴿کراچی﴾

۸﴾ صاحبزادہ محمد عطاء الرسول اویسی ﴿بہاولپور﴾

---

18 (مقصود نوشاہی اویسی، یادگارِ فیض ملت، فیض رضا پبلیکیشنز کراچی، ص ۴۰)

۹﴾ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد فیاض احمد اویسی ﴿بہاولپور﴾

۱۰﴾ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی ﴿بہاولپور﴾

۱۱﴾ حضرت مولانا ماجد اویسی دامادِ علامہ اویسی ﴿بہاولپور﴾

۱۲﴾ حضرت علامہ مولانا عبد الجلیل العطامی ﴿شام﴾

۱۳﴾ حضرت مولانا صوفی مختار احمد اویسی ﴿بہاولپور﴾

۱۴﴾ حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی قادری اویسی ﴿مدینۂ منورہ﴾

۱۵﴾ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد متین اویسی نقشبندی ﴿لودھراں﴾

۱۶﴾ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امیر احمد نوری نقشبندی اویسی ﴿کہروڑپکا﴾

۱۷﴾ حضرت علامہ مولانا محمد خان درانی ﴿سپین﴾

۱۸﴾ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل جانی دارالعلوم امام احمد رضا ﴿انڈیا﴾

۱۹﴾ حضرت مولانا حافظ محمد عبد الکریم قادری رضوی اویسی ﴿کراچی﴾

۲۰﴾ حضرت مولانا محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی ﴿کراچی﴾

۲۱﴾ حضرت صوفی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ﴿بہاولپور﴾

۲۲﴾ حضرت مولانا پروفیسر مجید اللہ قادری ﴿کراچی﴾

۲۳﴾ الحاج مولانا محمد غازی صاحب (گوجرانوالہ﴾

۲۴﴾ مولانا ڈاکٹر محمد اقبال اختر القادری ﴿کراچی﴾

۲۵﴾ الحاج پیرِ طریقت رہبر شریعت ثناء خوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علامہ مولانا محمد اویس رضا قادری دامت برکاتہم العالیہ ﴿کراچی﴾

۲۶﴾ ثناء خوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلبلِ مدینہ الحاج محمد مشتاق رضا قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ ﴿کراچی﴾

۲۷﴾ مولانا غلام اویس قرنی قادری رضوی اویسی ﴿لاہور﴾

۲۸﴾ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری ﴿کراچی﴾

۲۹﴾ محمد مسرور احمد نقشبندی مسعودی ﴿کراچی﴾

۳۰﴾ علامہ مفتی محمد رفیق درانی ﴿کراچی﴾

فیضِ ملّت بحیثیت عابد:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: { وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ }

یعنی اپنے مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔[19]

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں ہے کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے وہ عبادات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تو ہم کیا چیز ہیں؟

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: { وَ الَّذِيۡنَ يَبِيۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا }

یعنی اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں۔[20]

اس آیتِ مبارکہ میں رحمٰن کے ان نیک بندوں کا ذکر ہے جو راتوں کو بھی عبادات میں گزار دیتے ہیں یعنی وہ دن رات اپنے ربِ کریم کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

انہی صفات سے متصف اشخاص میں سے ایک شخصیت فیضِ ملت کی بھی ہے آپ کو تدریس وتصنیف کے ساتھ ساتھ عبادت کا بھی وافر مقدار ذوق تھا اور صرف ذوق ہی نہیں بلکہ اس ذوق پر عمل بھی تھا کہ آپ اپنی دیگر ضروری مصروفیات کے ہوتے ہوئے اوراد ووظائف بھی کیا کرتے اور بالخصوص قرآن پاک کی تلاوت کرنا آپ کا اس پر پابندی سے تھا۔ آپ کی نمازِ تہجد کبھی فوت نہ ہوتی تھی. آپ کی شب بیداری کے حوالے سے حضرت علامہ زاہد حسین نعیمی نے بیان کیا: میں نے جب بھی دیکھا رات کو علامہ اویسی کے حجرہ کا بلب جلتا رہتا میں جب تک جاگتا رہتا یہ منظر دیکھتا رہتا پھر سو جاتا رات پچھلے پہر مجھے بھی اٹھنے کی عادت تھی لیکن میں جب بھی وضو کر کے سیرانی مسجد کے صحن میں پہنچتا تو میں علامہ اویسی کو تہجد پڑھتے ہی دیکھتا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کبھی ان سے پہلے اٹھ جاؤں لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ مسجد میں موجود نہ پائے جائیں. یہی بات آج تک میں سمجھنے سے قاصر رہا کہ آخر حضرت کب سوتے تھے اور پھر تہجد کے لیے اٹھ جاتے تھے اور دن کے تمام معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا یہ تو کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں.[21]

---

19 (حجر:۹۹)

20 (فرقان:۶۴)

21 (مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص۲۸)

فیضِ ملت بحیثیت مصلی:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: { حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ }

یعنی نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔[22]

مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام نمازوں بالخصوص عصر کی نماز کی حفاظت کا حکم ارشاد فرمایا۔

لہٰذا نماز کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کے ذہن ہے۔

اللہ کے اس فرمان پر عمل کرنے والی شخصیات میں سے ایک شخصیت مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی ہیں۔ جن کی عبادات کا تذکرہ پہلے کیا جاچکا لیکن بطور تبرک فیض ملت کی نماز کی پابندی کا بھی ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔

فیضِ ملت کی زندگی مصروف ترین زندگی رہی لیکن کبھی بھی آپ نے اپنی مصروفیت کو بہانہ بنا کر نماز قضا یا جماعت ترک نہ کی۔

آپ نے اپنی ساری زندگی باجماعت نماز ادا کی الا یہ کہ شرعی عذر کی بناپر کچھ جماعت ترک ہوئی ہوں تو وہ اجازت شرعی کی وجہ سے شمار نہیں حتیٰ کہ آپ کی زندگی کے آخری ایام میں بھی آپ کی جماعت کی پابندی کا عالم یہ تھا کہ آپ کو ویل چیئر پر مسجد لا یا جاتا۔

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام عمر میں کبھی جماعت ترک نہ کی۔

(علامہ سید زاہد حسین شاہ نعیمی (راولاکوٹ)، مقالہ کچھ یاد میں کچھ باتیں، فیض عالم، بہاولپور)

آپ خود اپنے رسالے "نماز کے نقد فوائد" میں بیاں نماز کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں میں نے یہ رسالہ چند سال پہلے لکھا تو جوانی ڈھل کر بڑھاپے کو دعوت دے رہی تھی. فطری طور پر بڑھاپا ضعف و نقاہت کے ساتھ بیماریاں بھی ساتھ لاتا ہے آپ کو حضرت حکیم محمد نور اللہ مرحوم نے مشورہ دیا کہ آپ روزانہ میل دو میل پیدل چلا کریں بالخصوص صبح سویرے۔

آپ نے جواب دیا: میں الحمد اللہ پنجگانہ گھر سے چل کر نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتا ہوں اور مجھے یہی ورزش کافی ہے۔ الحمد اللہ یہ ورزش کام آرہی ہے کہ بڑھاپے کے باوجود بوڑھا نہیں ہوں بلکہ چاک وچوبند ہوں۔[23]

فیضِ ملت کی تکبیر اولیٰ:

فیض ملت، شریعت کے کامل پابند تھے۔ آپ کبھی بھی خلاف شرع کام نہیں کرتے تھے۔ ایک دن سبق کے دوران آپ نے خود فرمایا کہ الحمدللہ و بکرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے میں مسند تدریس پر آیا ہوں نہ صرف نماز باجماعت بلکہ تکبیر اولی کا بھی

---

22 (بقرہ:۲۳۸)

23 (محمد فیض احمد اویسی، نماز کے نقد فوائد، مکتبہ اویسیہ رضوی ملتان، ص۱۹)

اہتمام کرتا ہوں۔ آج تک تقریبا کوئی نماز تکبیر اولی کے بغیر نہیں پڑھی۔(تاثرات الحدائق" میانوالی کا مفسر اعظم پاکستان نمبر، جامع فیض العلوم میانوالی)

پروفیسر ڈاکٹر محمد ظفر عباس اور فیضِ ملت:

ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ 2004ء کی بات ہے: میں بہاولپور ہسپتال میں اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا کہ ایک دن چند صوفیائے کرام (C.C.U) میں تشریف لائے. مجھے وارڈ میں داخلے کے کاغذات دیئے میں نے پوچھا: مریض کون ہے؟ تو کہا یہ حضرت صاحب ہیں۔ میں نے (E.C.G) کو دیکھا پھر حضرت صاحب کو دیکھا اتنا شدید دل کا دورہ اور اتنا پر نور اور پر سکون چہرہ. حیرت بھی ہوئی اور دل کو خوشی بھی ہوئی میں نے فورا آپ کو بستر پر لٹا کر علاج شروع کر دیا عصر کا وقت نکل رہا تھا اور مغرب قریب تھی حضرت صاحب کی شدید خواہش تھی کہ نماز ادا کر لی جائے دل کے دورے کی حالت یہ تھی کہ حضرت صاحب قضا کر لیں لیکن شدید خواہش کو دیکھتے ہوئے آپ کو قضا کرنے کا نہ کہہ سکا آپ نے نماز اپنے وقت میں ادا کی اور رب کا شکر ادا کیا۔

یہ مجھ ناچیز کی حضرت فیض ملت سے پہلی ملاقات تھی۔ مجھے کچھ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ حضرت ضرور اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک ہیں کیونکہ مجھے اللہ کے محبوب لوگوں سے ملنے کی تڑپ رہی ہے اور رب کسی نہ کسی طرح میری یہ خواہش پوری فرما دیتا ہے لیکن باقاعدہ تعارف نہ تھا۔[24]

ایک اور واقعہ:

آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ سردی کے موسم میں آپ اپنے کسی ساتھی کے ساتھ بہاولپور کا سفر کر رہے تھے کہ عصر کا آخری وقت ہو گیا آپ نے بس ڈرائیور سے عرض کی کہ بھائی میرا وضو ہے صرف 2 رکعت پڑھنے دیں۔ ڈرائیور نے کہا: ہمارے پاس وقت نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر مجھے نیچے اتار دیں۔ اس نے آپ کو بس سے نیچے اتار دیا جبکہ آپ کا ساتھی نہ اترا آپ نے وہیں نماز عصر ادا کی اور سخت سردی میں اپنا سفر پیدل طے کیا۔ پھر آپ منزلِ مقصود تک سردی کے عالم میں پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ اپنے وعدہ کا ایفاء نصیب ہو گیا یعنی پورے وقت پر پروگرام کے مقام پر پہنچ گئے۔

آپ عاجزی کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس سے اپنی سوانح عمری بیان کرنا میرا مقصود نہیں بلکہ صرف احباب کو نماز کی اہمیت اور اس پر پابندی کی اپیل ہے۔[25]

---

24 (تاثرات الحدائق" میانوالی کا مفسر اعظم پاکستان نمبر، جامع فیض العلوم میانوالی)

25 (محمد فیض احمد اویسی، نماز کے نقد فوائد، مکتبہ اویسیہ رضوی ملتان)

محبتِ اہلِ بیت وسادات کرام:

قرآن مجید میں ہے:{قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى }

یعنی تم فرماؤمیں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔[26]

بیان کردہ آیتِ مبارکہ کے تحت اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ قربیٰ سے مراد ساداتِ کرام واہل بیت عزام علیہم الرضوان ہیں۔[27]

ساداتِ کرام اور اہلِ بیت عظام سے محبت جزءِ ایمانی بلکہ اصلِ ایمانی ہے۔

ہر شخص پر لازم وواجب ہے کہ وہ ساداتِ کرام اور اہلِ بیتِ عظام کی تعریف بجالائے۔ شریعت کے اس فرمان پر بھی عمل کرنے والی ایک نامور شخصیت حضور فیض ملت بھی ہیں۔ آپ کا سادات کرام سے محبت کا کچھ انوکھا انداز تھا۔

کراچی کے مشہور ومعروف بزرگ پیرِ طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید مظفر حسین شاہ قادری دامت برکاتہم القدسیہ فرماتے ہیں کہ غالباً جب میں درجہ ثالثہ میں تھا تو اس دوران میں فیض ملت سے فیض اور تلمذی حاصل کرنے کو ان کے دربار حاضر ہوا۔ جب سب طلباءِ کرام جمع ہو گئے تو فیضِ ملت مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہوئے اور حاضری رجسٹر نکالا اور فرمایا کہ آپ طلباء کرام میں سے سید کون ہیں؟ میں نے بڑوں کی بارگاہ میں اپنا نام ذکر کرنا مناسب نہ جانا لہٰذا میں خاموش رہا پھر خود فیضِ ملت نے ایک طالب علم سے اس کا نام پوچھنے کے بعد میری طرف توجہ فرمائی تو میں نے عرض کیا جی میں سید ہوں میرا یہ کہنا ہی تھا کہ آپ مسندِ تدریس سے میری جانب عاجزی کرتے ہوئے تشریف فرما ہو کر میری دست بوسی کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ حضرت آپ بطورِ تبرک مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہو جائیں۔

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کا انداز نہایت ہی عاجزانہ اور نہایت ہی کریمانہ تھا۔

آپ ہمیشہ ساداتِ کرام کا نام سب سے پہلے لکھا کرتے اور آپ اپنے محلے کی مسجد میں سادات کرام میں سے ہی کسی کو امامت کا حکم دیتے تھے مزید یہ کہ آپ نے جب بھی سادات کرام کو خلافت عطا فرمائی تو یہ کہہ کر عطا فرمائی کہ بھائی فقیر اویسی کا کیا ہے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوکری کر رہا ہوں سادات سے اپنی نسبت قائم کر رہا ہوں اور میرے نامۂ اعمال میں کچھ خاص نہیں صرف سادات کرام کا استاد ہوں بس میدان محشر اور آخرت میں میری بخشش کے لیے یہی کافی ہے۔[28]

---

26 (شوریٰ:۲۳)

27 .(ملفوظات اعلیحضرت، ص۵۰۱)

28 (وڈیو بنام: حضرت فیض احمد اویسی)

اولادِ فیضِ ملّت:

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمانِ برکت نشان ہے: جب آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں.

﴿۱﴾ صدقہ جاریہ ﴿۲﴾ ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے ﴿۳﴾ اولاد جو اس کے لیے دعا کرے [29]

مذکورہ حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں فیضِ ملت کی اولاد کا ذکرِ خیر: فیض ملت کی شادی ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۳ء میں جام محمد لاڑ کی شہزادی سے ہوئی اور ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی.

صاحبزادوں کا نام درج ذیل ہے: ﴿۱﴾ محمد صالح اویسی ﴿۲﴾ عطاء الرسول اویسی ﴿۳﴾ فیاض احمد اویسی ﴿۴﴾ ریاض احمد اویسی اور آپ کی صاحبزادی کا نام کنیز فاطمہ ہے۔ [30]

فیضِ ملت کی روحانی اولاد (شاگرد):

فیضِ ملت کے شاگردوں کو شمار کرنا نہایت ہی مشکل اور قریب بمحال ہے کیونکہ فیضِ ملت نے کئی دورۂ تفسیر قرآن کیے اور تدریس میں بھی آپ نے عرصہ دراز تک خدمت سر انجام دی. ہر دورۂ تفسیر قرآن میں کثیر طلباء کرام کا ہجوم ہوتا اور تدریس کے عرصہ میں بھی آپ کے کئی شاگرد رہے لہذا شاگردوں کو شمار کرنا تو ناممکن ہے لیکن پھر بھی چند مشہور و معروف شاگردوں کے نام درج ذیل کیے دیتے ہیں:

۱﴾ حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری

۲﴾ حضرت مولانا مفتی عبد الستار چشتی

۳﴾ حضرت مولانا مفتی محمد ارشد القادری

---

29 (مسلم، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان، حدیث: ۱۶۳۱)

30 (مفتی عبد الرحمن نقشبندی کہروڑ پکا، مقالہ حضرت مفتی محمد فیض احمد اویسی)

۴؎ حضرت عبد المجید اویسی

۵؎ صاحبزادہ محمد اسماعیل نقشبندی سرگودھا

۶؎ مولانا قاری عبد الرحمن سندھی

۷؎ مولانا منیر الزمان ابوظہبی

۸؎ حضرت مولانا مفتی رضا المصطفی نقشبندی

۹؎ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری

۱۰؎ مبلغِ اسلام رضا ثاقب مصطفائی

۱۱؎ مفتی مختار احمد درانی خانپوری

۱۲؎ مولانا حافظ عبد الستار گھوٹکی

۱۳؎ صاحبزادہ مولانا علی احمد مانگٹ وغیرہ وغیرہ (تفسیرِ روح البیان، ص۶)

وصال مبارک:

سال ۱۴۳۱ شعبان المعظم میں حضور فیض ملت نوراللہ مرقدہ باوجود شدید علالت وکمزوری کے دورۂ تفسیر القرآن شریف کی کلاس میں تشریف لاتے رہے اور بہت اہم موضوعات پر درس ارشاد فرماتے رہے۔ آپ نے دورۂ تفسیر القرآن میں شریک علماء ومشائخ، طالبات وعالمات کو بھی آخری درس دیتے ہوئے فرمادیا تھا کہ: ”شاید فقیر آئندہ سال دورہ نہ پڑھا سکے گا۔ لگتا ہے کہ یہ دورہ فقیر کا آخری دورہ ہے۔ آپ کے یہ کلمات سن کر شرکائے دورہ اشکبار ہو گئے تھے۔ پھر آخر کار غم کی وہ گھڑیاں آن پہنچیں جن کے تصور سے آپ کے تلامذہ کے دل کانپتے تھے اور ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ / ۲۶ اگست ۲۰۱۰ء بروز جمعرات صبح سواء چھے بجے آپ اپنے جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور میں نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد عالم فانی سے دارالبقاء کی طرف تشریف لے گئے۔[31]

(انا للہ وإنا إلیه راجعون)

---

[31] (منزل بہ منزل، ج۲، ص۴۰۱)

باب: دوم

(فیضِ ملت کی تدریسی خدمات)

فصل: اول

قرآن سے تدریس و تعلیم کا ثبوت:

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان: { الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ }
یعنی جس نے قلم سے لکھنا سکھایا. آدمی کو وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا۔[32]
مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالی نے انسان کی تعلیم کا تذکرہ فرمایا۔ اس سے علم سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسی تعلیم کے باعث انسان کو اشرف المخلوقات کا تاج پہنایا گیا۔

حدیثِ پاک سے تدریس کا ثبوت:

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: {اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً}
کہ میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں[33]
اس حدیث مبارکہ سے بھی تعلیم کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ تدریس اور تعلیم یہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم کا پیشہ ہے. اور انہیں اسی لیے مبعوث کیا گیا۔
اور سنن ابو داود شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: { وَاِنَّ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الاَنبِيَاءِ }
یعنی علماء کرام ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں۔[34]
مذکورہ حدیث پاک میں بھی علماء کرام کی شان میں مزید اضافہ ہو گیا کہ انہیں انبیاء کرام کا وارث کہہ دیا گیا وارث اس معنی میں ہے کہ جس طرح انبیاء کرام علیہ السلام نے تبلیغ دین کی اسی طرح علماء کرام بھی تبلیغ دین کریں۔

---

32 (علق:۵-۴)

33 (سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ)

34 (سنن ابو داؤد، کتاب العلم، حدیث:۳۱۵۷)

بزرگوں سے تدریس کا ثبوت:

پھر یہ سلسلہ صرف انبیاءہی تک محدود نہ رہا بلکہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام، اولیاء کرام اور بزرگان دین نے بھی اس فریضے کو بخوبی سرانجام دیا۔ دور دور ملکوں کا سفر محض تعلیم امت کے لیے کیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ روحانی مقامات و مرتبے بھی علم ہی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں. جیسا کہ میرے مرشد کریم حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا پیارا فرمان ہے:(درست العلم حتی صرت قطبا) یعنی میں علم پڑھاتے پڑھاتے مقامِ قطبیت تک آ پہنچا ہوں۔ حضرت عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ تبلیغ دین تین طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔﴿ تدریس سے ۲﴾ تصنیف سے ۳﴾ تقریر سے ان تمام باتوں سے تدریس کی اہمیت کا اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ تدریس کس قدر اہم ہے اور اس گفتگو سے یہ بات بھی پتہ لگتی ہے کہ اس فریضے کو بخوبی سرانجام دینے والا شخص کتنا ہی خوش نصیب ہے. انہی خوش نصیبوں میں ایک نامور شخصیت فیض ملت بھی ہیں جن کی تدریس کے چرچے دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی درس و تدریس میں صرف کر دی. تقریباً58 برس کا عرصہ آپ نے تدریس فرمائی۔ نحو ہو یا صرف، بلاغت ہو یا منطق، ادب ہو یا انشاء، تاریخ ہو یا فلسفہ، معقولات ہوں یا غیر معقولی فنون، تفسیر ہو یا حدیث چاہے جیسا بھی فن ہو آپ ہر فن میں مہارت تامہ رکھا کرتے تھے۔ مشکل سے مشکل ابحاث بھی آپ آسانی سے طلباء کو سمجھا دیتے تھے۔ دورۂ حدیث شریف تقریبا ہر سال ہی آپ پڑھایا کرتے تھے۔ حدیث کے ابہام کو دور کرنا، اختلافات، اعتراضات اور ان کے جوابات آسان الفاظ میں حل کرنا آپ کا خاصہ تھا۔

ابتدائے تدریس:

ابتدائی تدریس 1952ء میں فیض ملت نے اپنے گاؤں حامد آباد میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور اس میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیا. یہاں سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا. اسی طرح پڑھاتے پڑھاتے آپ 1963ء میں بہاولپور تشریف لے آئے اور وہاں ایک جگہ خرید کر سیرانی مسجد اور مدرسہ جامعہ اویسیہ کی بنیاد رکھی۔ آج یہ مسجد اور مدرسہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ذکر سے گونج رہا ہے۔

دورانِ تدریس مزاح:

فیضِ ملت خوش طبیعت انسان تھے۔ نرمی اور شفقت عاشقانِ رسول پر خوب لٹایا کرتے جبکہ بدمذہب پر تلوار کی تیز دھار تھے۔ آپ خوش طبعی کے لیے کبھی کبھار اپنے طلباء کرام و مریدین اور محبین کے سامنے مزاح بھی فرمایا کرتے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ کی گاڑی کھڑی تھی تو آپ اپنے طلباء کرام سے فرمانے لگے کہ اسے پھونک مارو تاکہ چلنے لگ جائے۔

یہ فرما کر آپ خود بھی ہنس پڑے اور طلباء بھی ہنسنے لگے.

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ درجہ میں تخت فرما ہوئے اور حال یہ تھا کہ آپ کو کافی بخار، کھانسی اور نزلہ تھا لیکن پھر بھی آپ خود پڑھانے کے لیے تشریف لے آئے دورانِ تدریس کبھی کبھی کھانسی آجاتی تو آپ کہتے: اے کھانسی اور بخار! میرے پاس کیوں آئے ہو؟ میں نے بچوں کو پڑھانا ہے۔ اے کھانسی! وہابی کے گھر چلی جا۔ اس پر آپ خود بھی مسکرا دیے اور درجے میں موجود طلباء کرام بھی مسکرا دیے۔ اسی دوران ایک صاحب فیضِ ملت کے لیے ایک معجون بنا کر لائے کہ حضور یہ استعمال کریں آرام آجائے گا۔ آپ نے فرمایا: آپ کہتے ہیں تو کھالیتا ہوں لیکن کھانسی اور بخار کو میں نے وہابی کے گھر بھیج دیا ہے۔ فیضِ ملت کا مزاح جھوٹ سے پاک ہوتا کہ آپ مذاق نہیں بلکہ سنت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی نیت سے مزاح فرمایا کرتے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی طبیعت مبارکہ میں بھی مزاح شامل تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے''[35] اس طرح کے مزاح کرنا سنت سے ثابت ہیں اور فیض ملت کی طبیعت میں بھی اسی طرح کے مزاح شامل تھے.

علماء کرام کا فخر فیضِ ملت:

فیضِ ملت کی تدریس کے چرچے دنیا بھر میں مشہور ہیں بلخصوص آپ کے دورۂ تفسیرِ قرآن۔ جب کبھی آپ دورۂ تفسیرِ قرآن کا انعقاد فرماتے طلباء کرام آپ کی طرف دوڑے چلے آتے یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء کرام و مشائخ عظام بھی اپنے صاحبزادگان کو فیضِ ملت کی خدمت میں بھیج کر فخر محسوس کرتے تھے۔ مشہور عالمِ دین حضرت علامہ مولانا اللہ بخش نہر رحمتہ اللہ علیہ بانئ انجمن سپاہ مصطفی و سجادہ نشین دربار حضرت جمن شاہ فرماتے ہیں: مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ میرے دونوں بیٹے مولانا احمد رضا اعظمی اور مولانا محسن رضا اعظمی، حضرت علامہ اویسی صاحب کے دورۂ تفسیر قرآن کے شاگرد ہیں۔[36]

فیضِ ملت کا اندازِ تدریس:

تدریس محض ایک پیشہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک بہترین فن ہے۔ پیشہ ور استاد محض اپنے تدریسی فرائض پر عمل کرتے ہوئے تدریس سرانجام دے گا جبکہ ایک باکمال استاد موضوع کو بہترین سہل انداز میں طلباء کرام کے ذہنی اور نفسیاتی تقاضوں کے عین مطابق

[35] (ترمذی:۱۹۹۱)

[36] (تاثرات الحدائق'' میانوالی کا مفسر اعظم پاکستان نمبر، جامع فیض العلوم میانوالی)

پیش کرنے کی کوشش میں لگا رہے گا۔ معیاری اور نفسیاتی انداز میں نفسِ مضمون کو پیش کرنا ہی اصل تدریس کہلاتا ہے. فیضِ ملت کا اندازِ تدریس بڑا ہی دلنشین تھا کہ آپ ہمیشہ طلباء کرام پر شفقت فرماتے تھے۔ فنِ بلاغت و منطق و فلسفہ جنہیں زمانہ خشک مضامین کہتا ہے فیضِ ملت ان فنون کا نچوڑ سہل انداز میں طلباء کے ذہنوں میں منتقل فرما دیتے اور علم الفرائض و ریاضی کے انتہائی پیچیدہ مسائل پر ایسی ماہرانہ گفتگو فرماتے کہ طلباء کرام میں جو مبتدی بھی ہوتا وہ بھی بڑی آسانی سے سمجھ جاتا. فقہ کے اختلافاتِ علماء اور ان کے اعتراضات و جوابات کو حل کرنا فیضِ ملت کا خاصہ تھا۔ اور طلباء کرام کے رجحانات سے آگاہ رہنا بھی آپ کا خاصہ تھا کہ بعض طلباء کو تفسیر و اصولِ تفسیر میں دلچسپی تو بعض کو حدیث و اصولِ حدیث میں، بعض کو فقہ و اصول فقہ میں، تو بعض کو شعر و شاعری میں، بعض کو معقولات میں تو بعض کو فنون کا شوق ان تمام رجحانات پر بھی فیضِ ملت کی کامل نظر رہتی اور آپ اکثر اپنے طلباء سے ان کی دلچسپی کے متعلق گفتگو کرتے۔ جب کبھی کوئی بھی مسئلہ درپیش ہوتا طلباء کرام فیضِ ملت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور مسائل کا حل طلب فرماتے۔[37]

فیضِ ملت کے متعلق تلامذہ کی تحاریر:

شیخ القرآن مفتی مختار احمد درانی شاگردِ فیضِ ملت لکھتے ہیں: آپ نے پچاس سال سے زائد درس نظامی کی مروجہ کتب کی تدریس فرمائی۔ آپ ہر فن میں یکتا روزگار تھے مشکل سے مشکل اسباق طلباء کے اذہان میں منقوش کرنا حضرت کا خاصہ تھا. سال ہا سال آپ دورۂ حدیث شریف کی مکمل کتبِ صحاح ستہ اکیلے پڑھاتے رہے مشکلاتِ حدیث کا نہایت ہی تحقیقی حل فرماتے ہیں. تعارضِ حدیث رفع فرماتے، اختلاف آئمہ بیان فرما کر حنفی مذہب کے ترجیحی دلائل بیان فرماتے. گویا تدریسِ دورہ حدیث میں بھی آپ عدیم المثال تھے۔[38]

مجاہدِ اہلِ سنت حضرت علامہ محمد حنیف اختر (خانیوال): دنیا کا یہ اصول ہے کہ ہمیشہ شاگرد استاد کی تعریف کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے اپنے استاد کا چرچا کرتے ہیں. لیکن دورہ تفسیرِ قرآن کے موقع پر میں نے بشر، نور، علمِ غیب اور حاضر و ناظر کے موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی اس کے مسودہ میں تقریظ لکھنے کی غرض سے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ کتاب پیش کی۔ آپ نے میری کتاب پڑھ کر پورے ایک صفحے پر مشتمل تقریظ لکھ دی پھر اس کے بعد جتنے دن ہم آپ کے پاس دورۂ تفسیرِ قرآن میں حاضر رہے قبلہ استاد محترم تقریباً روزانہ ہی طلباء کے سامنے کلماتِ خیر کے ساتھ میرا ذکر فرماتے۔

---

37 (حضور فیضِ ملت ایک مثالی معلم)

38 (ماہنامہ فیض عالم بہاولپور، ستمبر ۲۰۱۰)

آپ جب بھی میرا نام لیتے مجھے شرم آجاتی کہ استاد جی ہو کر اپنے ادنی سے شاگرد کی تعریف کرتے ہیں۔[39]

فصل: دوم

دورۂ تفسیرِ قرآن اور فیضِ ملت:

فیضِ ملت کی زندگی کی عظیم خدمات میں سے ایک عظیم تر خدمت دورۂ تفسیرِ قرآن ہے جس کے چرچے دنیا بھر میں مشہور ہیں. آپ نے ۱۹۶۱ء میں مدرسہ سراج العلوم خان پور میں دورہ تفسیر قرآن کا آغاز کیا پھر اسی طرح دورے کرتے کرتے ۲۰۱۰ء تک تقریبا پچاس سال پاکستان کے مختلف شہروں میں دورۂ تفسیر القرآن پڑھاتے رہے. آپ کے اس عظیم کام کے باعث کئی طلباء کرام نے اپنے علم کی پیاس فیضِ ملت کے ان دورہ تفسیر قرآن سے بجھائی اور ایسے سیراب ہوئے کہ دنیا بھر میں آج بھی ان کا فیض جاری وساری ہے. فیضِ ملت اپنی تصنیف شدہ کتاب (احسن البیان فی اصولِ تفسیر القرآن) کے ابتدائیہ میں دورۂ تفسیر قرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۹۵۱ء میں دورانِ تعلیم محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب سے عرض کیا کہ میں دورہ تفسیر قرآن کے اجراء کا ارادہ رکھتا ہوں آپ میری رہبری فرمایئے۔ علامہ سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن بنام کنزالایمان کو جانِ مطالعہ بنایئے۔ محدثِ اعظم پاکستان کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۶۱ء سے ۲۰۱۰ء کے اس لمبے عرصے تک دورۂ تفسیر قرآن پڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دورۂ تفسیرِ قرآن دنیا بھر میں مشہور و معروف ہو گیا اور ملک بھر کے کئی علماء کرام اپنے اپنے علاقوں میں دورہ تفسیر قرآن کے لیے فیضِ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا وقت لیا کرتے تھے.

مقاماتِ دورۂ تفسیرِ قرآن اور مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی

فیضِ ملت نے پاکستان بھر میں دورہ تفسیر قرآن کے ذریعے علم کے موتی بکھیرے ہیں۔ جنہیں خوش نصیبوں نے چن لیے ہیں چونکہ فیضِ ملت کا تعلق صوبہ پنجاب سے تھا لہذا سب سے پہلے صوبہ پنجاب کے مقاماتِ دورہ تفسیر قرآن اور تلامذہ کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے.

---

[39] (آپ کے وصال پر تاثرات)

صوبہ پنجاب میں دورۂ تفسیرِ قرآن:

فیضِ ملت نے صوبہ پنجاب کے مختلف شہروں میں تقریباً 60 دورۂ تفسیرِ قرآن پڑھائے، جن میں سے 36 صرف مرکزی دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں پڑھائے جبکہ بقیہ 24 پنجاب کے دوسرے جامعات میں منعقد ہوئے۔ جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں.

مرکزی دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

جامعہ اسلامیہ سراج العلوم خان پور

جامع مسجد کوثر محلہ ریڑھی بان بہاولپور

جامعہ اسلامیہ غوثیہ واحدیہ فیض العلوم میانوالی

جامعہ اسلامیہ شوکت السلام پیپل والی مسجد خانیوال وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ دورہ تفسیرِ قرآن میں نہ صرف طلباء کرام بلکہ علمائے کرام، خطباء کرام، وکلاء، ڈاکٹرز اور کثیر آئمہ کرام کے ساتھ ساتھ دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں علم کے پیاسوں نے اپنے علم کی پیاس بجھائی۔

پنجاب کے مشہور تلامذہ:

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری

حضرت علامہ اشرف القادری صاحب

حضرت علامہ مفتی عبدالمجید اویسی

حضرت علامہ مفتی مختار احمد درانی

حضرت علامہ مفتی امیر نوری نقشبندی

حضرت علامہ مفتی غلام مصطفی رضوی

حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری وغیرہ وغیرہ۔

صوبہ سندھ میں دورۂ تفسیرِ قرآن:

فیضِ ملت نے سندھ کے مشہور مشہور مدارس میں کئی مرتبہ دورۂ تفسیر قرآن پڑھایاہے ان دوروں میں کثیر سندھی طلباء نے شرکت کی اور اپنے علم میں اضافہ کیا.

درج ذیل مدارس میں آپ نے دورۂ تفسیر قرآن پڑھائے:

مرکزی دارالعلوم جامعہ امجدیہ کراچی

جامعہ اسلامیہ انوار الاسلام لاڑکانہ

جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ شریف خیرپور میرس وغیرہ وغیرہ۔

سندھ کے مشہور تلامذہ:

حضرت علامہ مفتی عزیز اللہ صاحب

حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید عارف شاہ صاحب اویسی

حضرت علامہ مفتی عبدالستار چشتی صاحب

حضرت علامہ پیر سید مظفر حسین شاہ قادری صاحب وغیرہ وغیرہ۔

صوبہ بلوچستان میں دورۂ تفسیرِ قرآن:

صوبہ بلوچستان میں بھی فیض ملت نے دورہ تفسیر قرآن کی دھومیں مچائیں آپ کے دورۂ تفسیر قرآن کے درس میں سینکڑوں علماء، خطباء اور طلباء نے شرکت کی۔

جو لوگ راہِ حق سے ہٹ رہے تھے اور گمراہی کے اندر داخل ہو رہے تھے جب آپ کے درسِ قرآن میں شریک ہوئے تو فوراً ھدایت سے باخبر اور راہِ حق کے مسافر بن گئے۔

درج ذیل مقامات میں آپ نے دورۂ تفسیرِ قرآن پڑھائے:

جامعہ اسلامیہ انوار باہو ضلع ڈاڈر

جامعہ اسلامیہ نوریہ منوجان کوئٹہ

جامعہ فاروقیہ غوثیہ حاجی شہر ضلع کبھی وغیرہ وغیرہ۔

بلوچستان کے مشہور تلامذہ:

حضرت علامہ مفتی غلام محمد صاحب

حضرت علامہ محمد قاسم ساسولی صاحب

حضرت علامہ غوث بخش حبیبی صاحب

حضرت علامہ غلام شبیر حبیبی صاحب

حضرت علامہ محمد وارث صاحب

حضرت علامہ غلام فاروق قادری صاحب وغیرہ وغیرہ۔[40]

40 (مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص ۸۰ سے ۷۸)

باب:سوم

(فیضِ ملت کی تقریری خدمات)

فصل:اول

خطابت کی تعریف:

خطابت کے لغوی معنی وعظ کرنا اور خطبہ پڑھنا ہے۔

اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے:

خطابت نام ہے اس فن کا جس کی مدد سے اپنی بات دوسروں سے کہی اور منوائی جاسکتی ہو۔

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو قوتِ گویائی سے نوازا ہے جس کے مختلف مدارج ہیں اور ایک انسان جب بہت سے انسانوں کو خطاب کرکے اپنے جذبات واحساسات اور مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے تو اسے خطابت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

گویا اس سے مراد وہ بیان ہے جو کسی بات کو واضح کرنے، اثر پیدا کرنے، ترغیب دینے یا سامعین کو کسی خاص عمل پر آمادہ کرنے میں مدد کرے۔ تقریر وخطابت بے حس قوموں کو چونکاتی ہے، مردہ جذبات کو زندہ کرتی ہے، حوصلوں کو بڑھاتی ہے، دلوں کو تسکین دیتی ہے، بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوارتی ہے، گری اور بگڑی ہوئی قوموں کو اٹھاتی اور ابھارتی ہے، غفلت بھری نیند سے قوموں کو بیدار کرتی ہے، غموں اور مصیبتوں کو دور بھگاتی اور دینی اور سیاسی جلسوں کو پُر لطف بنادیتی ہے۔

مقصدِ تقریر وخطابت:

تقریر وخطابت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں تک خداتعالی کا پیغام پہنچایا جائے۔ لوگوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے اور انہیں ایک نشانِ منزل دے کر یکسو کیا جائے تاکہ پوری امت کا ہدف ایک ہی ہو اور اس کا حصول ہی اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن جائے. جو خطیب قوم کے اندر یہ ولولہ، یہ عزم، یہ ایثار وقربانی کا جوش وجزبہ پیدا کردے وہ کامیاب مقرر ہے.

"نطق" انسان کے امتیازات اور خواص میں سے جس کی وجہ سے مناطقہ کے ہاں انسان کو حیوانِ ناطق کہہ کر دوسرے حیوانات سے ممتاز کیا جاتا ہے. خطابت میں جس قدر فصاحت وبلاغت ہوگی اور مخاطبین کو سمجھانے کا بہتر انداز ہوگا اسی قدر وہ خطابت کمال کی حامل ہوگی.

تقریر وخطابت کی اقسام:

پہلی تقسیم:

بنیادی طور پر خطابت کی چار اقسام ہیں ۱) مکتوبی ۲) حفظی ۳) اعدادی ۴) فی البدیہہ

۱) مکتوبی:

اس سے مراد وہ تقریر وخطابت ہے جو پہلے سے لکھ لی گئی ہو؛ اور سامعین کے سامنے پڑھ دی جائے.

۲) حفظی:

اس سے مراد وہ تقریر وخطابت ہے جو بنا تحریر کے محض حافظہ کی مدد سے دہرائی جائے۔ اسے رٹی ہوئی تقریر بھی کہا جاتا ہے۔

۳) اعدادی:

اس سے مراد وہ تقریر وخطابت ہے جس میں مواد اکٹھا کر کے تقریر کا خاکہ ذہن میں تیار کر لیا جائے.

۴) فی البدیھی:

اس سے مراد وہ تقریر وخطابت ہے جو کسی موضوع پر بغیر تیاری کے برجستہ گفتگو کی جائے۔

دوسری تقسیم:

(۱موضوع کے لحاظ سے خطابت کی چار اقسام ہیں.

۱) درس قرآن وحدیث:

یہ خطابت قرآن وحدیث کی آیات واحادیث کے ترجمہ وتشریح، نکات ومعارف اور اس سے حاصل ہونے والی حکمت وعبرت و نصیحت یا سبق وہدایت پر مشتمل ہوتی ہے.

۲) اصلاحی بیانات:

یہ خطابت عقائد واعمال کی اصلاح، بدعات وبے جار سومات کی تردید اور انہیں چھڑوانے کے لیے کی گئی مخلصانہ دعوتی کوشش پر مشتمل ہوتی ہے۔

۳) علمی وفکری خطاب:

علمی وفکری نشست سے خطاب خالصتاً علمی وفکری کاوش ہے۔

اس میں سطحیت وجذباتیت کا گزر نہیں۔اس میں مقرر اپنے وسیع مطالعہ اور اعلیٰ ذہنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخی وزمینی حقائق،اہلِ علم کی آراء اور مستند اعداد و شمار کی مدد لیتے ہوئے مدلل تجزیئے اور جاندار تبصرے اور کارآمد تجاویز کے ذریعے سامعین کی علم و دانش میں اضافہ کرتا ہے.

۴۔عام تقریر:

عام تقاریر میں دینی وسیاسی بیانات،اجتماعات و جلوس سے خطاب اور مختلف محافل و مجالس میں کی جانے والی تقاریر آتی ہیں اور جمعۃ المبارک کے بیانات بھی اسی کے تحت آتے ہیں۔

کامیاب مقرر کی صفات:

کامیاب مقرر کی چار صفات درج ذیل ہیں:

۱۔صحت تلفظ وادا

۲۔صوتی تاثرات

۳۔چہرے کے احساسات

۴۔جسم کی حرکات وسکنات

مذکورہ بالا چار صفات اگر کسی مقرر میں حد درجۂ کمال پائی جائیں تو وہ کامیاب مقرر ہے.

تقریر کی اہمیت:

تقریر وخطابت زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح دین کی ضروریات میں بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے. اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو جب اللہ کریم سے کوہِ طور پر ہم کلام ہونے کا شرف ملا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے آزاد کرنے کا حکم ملا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی اپنا معاون ومددگار کا درجہ دینے کی درخواست کی جسے بارگاہِ خداوندی میں قبول کر لیا گیا اس کی وجہ حضرت موسی علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی {هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا}[41] کہ وہ زبان اور گفتگو میں مجھ سے زیادہ فصیح ہیں۔

---

41 (قصص:۳۴)

تعلیمِ دین کا اصل طریقہ جس کے واسطے حضرات انبیاء علیھم السلام مبعوث ہوئے یہی وعظ وارشاد ہے جس کے ذریعے سے وہ دین کی تبلیغ فرماتے تھے۔ علمائے کرام چونکہ ورثاءِ انبیاء ہیں لہذا ان پر بھی لازم ہے کہ تبلیغِ دین میں تقریر و خطابت میں پختگی حاصل کریں ورنہ یاد رہے کہ عوام کی نظر میں خطیب ہی عالمِ دین ہے اگرچہ حقیقت میں وہ جاہل اور گمراہ ہی کیوں نہ ہو۔

حیرت کی بات ہے کہ جاہلوں کو تو وعظ کی جرأت ہو اور علمائے کرام کو اس کی ہمت نہ ہو!

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب جہلاء علمائے کرام کے سامنے بھی غلط باتیں بیان کرنے سے نہیں ڈرتے. یاد رہے ضروری نہیں کہ عالم با عمل ہی کو وعظ کرنے کی اجازت ہے بلکہ بے عمل عالمِ دین بھی اس نیت سے وعظ کر سکتا ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتے کرتے ایک دن خود بھی باعمل ہو جاؤں گا۔ خطابت تو علماء کی شان ہے اور عوام میں اسی سے علماء کی پہچان ہے۔

حجاج بن یوسف بھی خطیب تھا:

حجاج بن یوسف بڑا ظالم بادشاہ تھا یہ شخص اتنا خون ریز تھا کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے تقریبا ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔ ان شہیدوں میں صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور کئی ہزار مرد اور عورتوں کو زندان میں قید کیا تھا یہ بدبخت 53 سال کی عمر میں زیادہ خانے کے مرض کی وجہ سے مر گیا تھا۔ اس کے اہم کارناموں میں سے ایک اہم ترین کارنامہ قرآن پاک میں اعراب لگوانا ہے جبکہ اس کی اہم صلاحیتوں میں سے ایک صلاحیت اس کا چرب زبان اور خطیب اعظم ہونا ہے۔

اس نے اپنی چرب زبانی اور فنِ خطابت ہی سے صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو شہید کروادیا۔

فصــل: دوم

فیضِ ملت کی تقریری خدمات:

فیض ملت کی فنِ تقریر پر مہارت حد درجۂ کمال تھی. آپ کو تقریر کا ایسا ملکہ حاصل تھا کہ آپ کے خطابات کا چرچہ بھی دنیا بھر میں مشہور تھا۔ آپ کے خطابات کو سننے کے لیے لوگ دور دور سے دوڑے چلے آتے اور آپ کے خطابات سے مستفیض ہوتے۔
آپ کے خطابات علمی و فکری، عقائد و اعمال، ترغیب و ترھیب، فضائل و کمالات اور تحقیق پر مشتمل ہوتے تھے.
آپ کے خطابات کی چند جھلکیاں ذکر کی جاتی ہیں:

یارسول اللہ کانفرنس:

فروری1998ء میں جب فیضِ ملت کراچی تشریف لائے تو اہلِ کراچی نے اپنی قسمت کا ستارہ بلندی پر دیکھا۔ آپ کی یہ آمد درحقیقت بسلسلہ دورۂ تفسیر قرآن کے تھی. لیکن قبلہ فیض ملت کی کراچی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرکزی جامع مسجد اقصی نارتھ کراچی کی انتظامیہ نے فوری طور پر ایک کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیا جس کا نام یارسول اللہ کانفرنس تھا۔
اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس کانفرنس کا لنگر فیض ملت کی نایاب تصنیف "چہل قدمی برائے میت" تھا یعنی خطاب کے بعد یہ رسالہ سب میں مفت تقسیم کیا گیا. یہ کانفرنس ہی نہیں بلکہ عشقِ رسول کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا کہ جس وقت فیضِ ملت نے عشقِ رسول کے موضوع پر خطاب فرمایا تو حاضرین فرطِ محبت سے دیوانہ وار واہ واہ اور سبحان اللہ کے تحسین آفرین جذبات کا اظہار کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ عشقِ رسول سب عبادتوں کی جان ہیں. بعدِ خطاب قبلہ فیض ملت نے دعا کرائی اور اس کانفرنس کا اختتام سلامِ اعلیٰ حضرت پر ہوا۔[42]

یارسول اللہ کانفرنس:

دسمبر1998ء میں جب فیض ملت کا دوبارہ دورۂ کراچی ہوا تو آپ نے یارسول اللہ کانفرنس میں شاندار خطاب فرمایا جس کا موضوع حضور کی ثناخوانی اور عقائد اہلِ سنت پر مشتمل تھا۔ آپ نے اپنے اس خطاب میں فرمایا کہ معراج کا مسئلہ اگر صحیح طور پر سمجھو اور بیان کرو تو عقیدہ اہل سنت خود بخود واضح ہو جائے گا۔ آپ کی زبان سے دلائل کا سمندر موجزن تھا۔ ہر شخص متوجہ تھا ہمہ تن گوش

---

[42] (منزل بہ منزل، ج۲، ص۱۴۲)

خطاب سننے میں محو تھا۔ اس خطاب کے اختتام پر بھی فیض ملت کی تصنیف کردہ کتاب "شرح قصیدہ غوثیہ مع خواص وبرکات" علماء ومشائخ کو بطور ہدیۃً پیش کی گئی۔

اذان سے قبل درود وسلام:

2000ء میں چند شر پسند عناصر کی سازشوں سے بہاولپور کی پولیس نے علماء اہلسنت کو اذان سے قبل درود وسلام پڑھنے کی وجہ سے گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ تو علماء کرام نے اپنے اپنے خطبات میں حکومتِ وقت سے اپنے مطالبات میں کہا کہ اذان سے قبل درود و سلام پڑھنے والے کو مجرم قرار دینا سخت ناپسندیدہ عمل اور قابل مذمت ہے۔ اہل ایمان اسے قبول نہیں کریں گے۔
اس موقع پر فیض ملت نے بھی جمعۃ المبارک کے خطبات میں جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں بھرپور احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ اس وجہ سے ہے کہ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق بستے ہیں۔ حکومت اور پولیس انتظامیہ ایسے ہتھکنڈوں سے باز رہے جس سے عاشقان رسول کی دل آزاری ہوتی ہو۔ ان خطابات اور علماء کی کوششوں کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ دوبارہ حکومت کی جانب سے اجازت مل گئی کہ اب عشاقان رسول جوش وخروش سے اذان سے قبل درود وسلام پڑھ لیا کریں۔[43]
اب ہم محض فیض ملت کے خطابات کے عنوانات اور ان کے تحت چند باتیں ذکر کرتے ہیں.

۱) وسیلۂ گیارہویں شریف:

اس خطاب میں فیض ملت نے نہ صرف نقلی دلائل سے بلکہ مضبوط ترین عقلی دلائل سے بھی وسیلے کا ثبوت پیش کیا اور لوگوں کو حضور غوث پاک کے فضائل وکمالات سے آگاہ بھی کیا اور گیارہویں شریف منانے کی ترغیب بھی دی۔ (آڈیو)

۲) شانِ صدیق اکبر:

اس خطاب میں فیض ملت نے حضرت ابو بکر صدیق کے فضائل وکمالات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ صدیقِ اکبر کے عشقِ رسول علیہ السّلام اور سرکار علیہ السلام کی صدیقِ اکبر سے محبت کا تذکرہ بھی فرمایا مزید یہ بھی کہ اعتراضاتِ منکرینِ افضلیتِ صدیقِ اکبر کو دلائل سے دفع فرمایا اور لوگوں کو عقائد کے حوالے سے مضبوط رہنے کی تاکید بھی فرمائی۔

---

43 (منزل بہ منزل، ج۲، ص۲۱۴)

۳)شانِ رسالت:

اس خطاب میں فیض ملت نے حضور علیہ السلام کے قصیدے گائے اور علم غیب مصطفی کو ثابت بھی کیا اور منکرین علم غیب مصطفیٰ کی چھتر ول بھی کی۔ دوران خطاب عوام واہ واہ سبحان اللہ کی صدائیں لگانے لگی اور اپنے عقائد و اعمال کو حضور علیہ السلام کی سیرت سے سنوارنے لگی۔ (آڈیو)

۴)شانِ اعلیٰ حضرت:

اس خطاب میں فیض ملت نے اعلی حضرت کی شان بیان فرمائی اور آپ کی علمی خدمات کا تذکرہ خیر بھی فرمایا اور اعلیٰ حضرت کے دامن کو تھامنے کا لوگوں کو حکم بھی ارشاد فرمایا۔ (آڈیو)

۵)فضیلتِ علم و علماء:

اس خطاب میں آپ نے علم اور علماء کی فضیلت بیان فرمائی اور لوگوں کو علماء کی قدر کرنے پر تنبیہ بھی کیا۔ آپ نے علم اور علماء کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت بھی کی اور علم حاصل کرنے کی ترغیب بھی دی۔ (آڈیو)

۶)فضائلِ مدینہ:

اس خطاب میں آپ نے مدینہ شریف کے فضائل کا تذکرہ بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ مدینہ شہر کو صرف سرکار علیہ الصلوۃ والتسلیم کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے مزید یہ بھی کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بھی آگاہ فرمایا۔ (آڈیو)

ایسے کئی خطابات آپ نے فرمائے کہ جن میں قرآن و حدیث سے دلائل کے انبار لگا دیے اور بدمذہبوں کے قلعے اکھاڑ دیے جو ابھی بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔

باب: چہارم

فیضِ ملت کی تصنیفی خدمات:

قرآن سے تصنیف کا ثبوت:

اللہ تبارک و تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

{ الذي علّم بالقلم }

یعنی جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔[44]

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کتابت کی فضیلت بیان فرمائی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کتابت میں بڑے بڑے منافع اور فوائد ہیں اور کتابت ہی سے علوم کی بقاہے۔ سابقہ لوگوں کے احوال اقوال اور ان کی خبریں اسی کتابت کے ذریعے سے محفوظ ہو سکیں۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا دونوں کے کام قائم نہ رہ سکتے۔[45]

حدیث سے تصنیف کا ثبوت:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کو قید کر لو۔ میں نے عرض کی: اسے قید کرنا کیا ہے؟ فرمایا: علم کو لکھ لینا اسے قید کرنا ہے۔[46]

مذکورہ حدیث مبارکہ میں علم کو قید کرنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ یعنی تصنیف کی فضیلت کا بیان مذکورہ حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایسی کئی احادیث مبارکہ ہیں جن میں تصنیف کا ذکرِ خیر ہے اور تصنیف کو ایک کارآمد عمل قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ایک حدیث پاک میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی ایسا صحابی نہیں جسے مجھ سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد ہوں سوائے عبد اللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

---

44 (العلق:۴)

45 (خازن، العلق، تحت الآیۃ)

46 (مستدرک، کتاب العلم، قیدوا العلم بالکتاب)

مذکورہ حدیث مبارکہ میں بھی کتابت وتصنیف کی اہمیت اور فضیلت کا بیان ہے جس سے صاف اور واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ تصنیف ایک اچھا، کار آمد عمل ہے اور اس فن کو اختیار کرنا باعثِ برکت ہے۔

تحریر کی تعریف:

ہر لکھی ہوئی عبارت کو تحریر کہتے ہیں اور لکھنے والے شخص کو محرر کہا جاتا ہے۔

تحریر کی اقسام:

تحریر دو قسم کی ہوتی ہیں:

۱﴾ تصنیف ۲﴾ تالیف

تصنیف:

خالصتاً ذاتی لیاقت اور خداداد استعداد سے کتاب لکھنا تصنیف کہلاتا ہے۔ تصنیف کنندہ شخص مصنّف کہلاتا ہے۔

تالیف:

ادیبوں یا شاعروں یا اس جیسے دیگر مصنفین کی تحریروں کو کسی خاص موضوع یا ترتیب کے لحاظ سے جمع کر کے ایک کتابی شکل دینا تالیف کہلاتا ہے۔ اور اس کام کو سر انجام دینے والا شخص مؤلّف کہلاتا ہے۔

(پروفیسر انور جمال کی تصنیف: ادبی اصطلاحات)

تصنیف و تالیف کی اقسام:

تصنیف و تالیف کی ویسے تو کئی اقسام ذکر کی جاتی ہیں لیکن ہم یہاں چند اقسام ذکر کئے دیتے ہیں:

۱) تفسیر ۲) اصولِ تفسیر ۳) حدیث ۴) اصولِ حدیث ۵) فقہ ۶) اصولِ فقہ ۷) تصوف ۸) علم الکلام ۹) معمولاتِ اہلِ سنت ۱۰﴾ علم التاریخ ۱۱﴾ علم المناظرہ ۱۲) فنِ شاعری ۱۳﴾ علم المیراث ۱۴﴾ علم الصرف ۱۵﴾ علم النحو ۱۶﴾ بلاغت ۱۷﴾ منطق

تفسیر: (هو کلام فی اسباب نزول الآیة و شانها و قصتها و احکامها من طریق النقل)

یعنی آیت کے اسبابِ نزول، شان نزول، اس کے قصہ اور بطریقِ نقل اس کے احکام کے بارے میں کلام کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔

فنِ تفسیر کی اہمیت:

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس زمانے میں قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اس وقت عربی کی فصاحت وبلاغت کے ماہرین موجود تھے۔ وہ اس کے ظاہر اور اس کے احکام کو تو جانتے تھے لیکن اس کی باطنی باریکیاں ان پر بھی مخفی تھیں۔ وہ باریکیاں غور و فکر کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوتی تھیں۔

جیسے جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

{اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ}

یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لیے امان ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔[47]

تو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ علیہ السلام نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور اس آیت {اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ}

یعنی بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے[48]

سے استدلال فرمایا۔ اسی طرح جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا: جس سے اعمال کے حساب کے معاملے میں جرح کی گئی تو وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے گا تو حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات

{فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا}

یعنی عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا۔[49]

کے بارے میں حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ تو صرف اعمال کا پیش ہونا ہے (یعنی یہ وہ مناقشہ نہیں ہے جو حدیث میں فرمایا گیا)۔ جب میدانِ فصاحت وبلاغت کے شہسواروں کو قرآن کے معانی سمجھنے کے لیے الفاظِ

---

47 (الانعام:۸۲)

48 ـ(لقمٰن:۱۳)

49 (الانشقاق:۹-۸)

قرآنی کی تفسیر کی حاجت ہوتی۔ تو ہم تو اس چیز کے زیادہ محتاج ہیں جس کی انہیں ضرورت پڑی بلکہ ہم تو سب لوگوں سے زیادہ اس چیز کے محتاج ہیں۔ کیونکہ ہمیں بغیر سیکھے لغت کے اسرار و رموز اور اس کے مراتب معلوم نہیں ہو سکتے۔[50]

قرآن کریم سمجھنا بہت عظیم عبادت و سعادت ہے لہذا قرآن کریم کی صرف تلاوت پر ہی اکتفا کرلینا مناسب نہیں بلکہ تلاوت کے ساتھ ساتھ معتبر تفاسیر کے ذریعے معانیٔ قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآن کریم پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟

اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد خط لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔[51]

تفسیر کے لیے علوم ضروریہ:

اہل فن نے فن تفسیر کے لیے درج ذیل پندرہ علوم و فنون پر مہارت ضروری قرار دی ہے:

۱﴾ علمِ لغت ۲) علمِ نحو ۳) علمِ صرف ۴) علمِ اشتقاق ۵) علمِ معانی ۶) علمِ بیان ۷) علمِ بدیع ۸﴾ علمِ قرآت ۹) علمِ عقائد ۱۰) علمِ فقہ ۱۱) علمِ اصول فقہ ۱۲) علمِ اسبابِ نزول ۱۳) ناسخ و منسوخ ۱۴) ان احادیث کا علم جو قرآن کی مجمل آیات کی تفسیر میں واقع ہوئی ہیں ۱۵) اللہ کی طرف سے عطا کردہ خاص علم۔[52]

فیضِ ملت اور فنِ تفسیر:

قرآن پاک میں ہر چیز کا علم مذکور ہے ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن میں نہ ہو کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہر چیز کا ذکر قرآن میں ہے اور کوئی چیز جو قرآن میں رہ گئی وہ ابد تک رہ گئی۔[53]

---

50 (القرآن فی علوم القرآن، النوع السابع والسبعون)

51 (تفسیر قرطبی، باب ماجاء فی فضل تفسیر القرآن)

52 (الاتقان، ج ۲، ص ۸۶۴)

53(الاتقان، ج ۱، ص ۷۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے کتاب اللہ میں پالوں گا۔[54]

اسی طرح امام رازی کا بھی فرمان ہے: صرف اعوذ باللہ اور بسم اللہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں۔[55]

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا علم ہے بس تلاش کرنے والی آنکھیں ہونی چاہئیں وہ محبوب آنکھیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھیں کہ جنہیں ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی قرآن میں مل جاتی تھی۔ اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام المفسرین کا لقب ملا۔ آپ کے فیض یافتہ مفسرین میں ایک نام مفتی و مفسر فیض احمد اویسی کا بھی ہے کہ آپ کو روحانی اور جسمانی دونوں فیض حاصل ہیں (فیضِ ملت کا نسب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے) اسی فیض نے آپ کو ہر فن مولا، بالخصوص فنِ تفسیر میں ماہر ترین شخص بنا دیا۔

فیضِ ملت نے عربی تفاسیر کا ریکارڈ توڑا کہ پاک وہند میں تفسیرِ مظہری کے بعد کوئی عربی تفسیر نہیں لکھی گئی اور علمائے کرام کو ایک ایسی عربی تفسیر کی حاجت تھی جو سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ ہو۔ علماء کرام کی اس بے قراری نے فیضِ ملت کو قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ اور آپ نے دس جلدوں پر مشتمل عربی تفسیر بنام (فضل المنان فی تفسیر آیات القرآن) لکھ کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔ فیضِ ملت نے عربی تفسیر کے علاوہ دیگر تفاسیر پر بھی قلم اٹھایا جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے کہ فیضِ ملت نے جس قدر علمِ تفسیر پر محنت اور خدمت کی اس دور میں اور کسی نے نہیں کی۔[56]

فیضِ ملت اور کتبِ تفاسیر:

۱۔ فیض القرآن فی ترجمۃ القرآن
۲۔ فیوض الرحمن
۳۔ تفسیر اویسی (15 مجلدات)
۴۔ فضل المنان فی تفسیر القرآن (10 مجلدات)
۵۔ فیض الرسول فی اسباب النزول (10 مجلدات)
۶۔ الھلالین ترجمہ وشرح جلالین (5 مجلدات)
۷۔ تفیسر بالرائے (3 مجلدات)
۸۔ فیض القرآن فی تفسیر آیات القرآن
۹۔ تاریخ تفسیر القرآن
۱۰۔ ازالۃ المشتبہات فی آیات المتشابہات (وغیرہ وغیرہ)[57]

---

54 (الاتقان، ج ۲، ص ۲۷۷)
55 (الاتقان، ج ۲، ص ۲۷۷)
56 (مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص ۸۴)
57 (علم کے موتی)

فیضِ ملت اور کتبِ اصولِ تفسیر:

۱۔احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن(۳جلدیں) ۲۔فیض القدیر فی اصول التفسیر

۳۔القول الراسخ فی معرفۃ المنسوخ والناسخ (وغیرہ وغیرہ)

(علم کے موتی)

علمِ حدیث:

حدیث کا لغوی معنی: بات کرنا/ گفتگو کرنا وغیرہ ہے۔

اصطلاحی معنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور احوال کو حدیث کہتے ہیں۔

علمِ حدیث کی اہمیت:

علمِ حدیث کی اہمیت چار طریقوں سے واضح ہوتی ہے۔

۱﴾ قرآن سے حدیث کی اہمیت:{وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا}

یعنی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔[58]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: {فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا} یعنی تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔[59]

مذکورہ بالا دونوں آیات سے بالکل صاف اور واضح معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مسائل کو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے افعال، اقوال اور تقریرات سے حل کرنا تکمیلِ ایمانی ہے۔۔

حدیث سے حدیث کی اہمیت:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما امرتكم به فخذوه وما نهيتكم عنه فانتهوا۔

---

58 (الاحزاب:۷۱)

59 (النساء:۶۵)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں جس چیز کا حکم دوں اسے مانو اور جس چیز سے روک دوں اس سے رک جاؤ۔[60]

عنه ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اطاعنى فقد اطاع الله ومن عصانى فقد عصى الله۔ یعنی حضرت ابو ھریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (ابن ماجہ)

مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ سے حدیث کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم دیں وہی کرنا ھے اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہے اور حضور کی اطاعت گویا اللہ کی اطاعت اور حضور کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی۔

لہٰذا پتہ یہ چلا کہ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کا بھی دامن تھامنا لازم وضروری ہے۔

اجماع سے حدیث کی اہمیت:

دور در دور حدیث نقل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ضروری وواجب ہونے پر اجماع رہا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام، اولیاء کرام اور بزرگان دین سب کے سب اخذِ حدیث کے قائل رہے ہیں۔ دورِ صحابہ میں بھی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور قرآن سے انہیں کوئی صریح حکم نہ ملتا تو صحابہ کرام احادیث کی طرف رجوع کرتے اور آپ علیہ السلام کے اقوال، افعال اور تقریرات سے اپنے مسائل حل فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرکار علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے سے قبل پوچھا کہ لوگوں کے مسائل کیسے حل کروگے؟ عرض کی: قرآن سے۔ فرمایا: اگر قرآن میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی: آپ کی احادیث مبارکہ سے۔ اس روایت سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی اہمیت صحابہ کرام کی نظر میں کس قدر تھی کہ جب قرآن میں مسئلہ نہ ملے تو فوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا ہے۔

قیاس سے حدیث کی اہمیت:

قیاس بھی اسی بات کا قائل ہے کہ احادیث کی مدد سے ہی اپنے مسائل کا حل کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ عقلِ انسانی کلام ربانی کو سمجھنے سے قاصر ہے لہذا اللہ نے جس نبی کو بشریت کا لبادہ اڑھا کر مبعوث فرمایا اس نبی کے افعال، اقوال اور تقریرات کی روشنی میں ہی اپنے مسائل کو حل کیا جائے۔

---

[60] (ابنِ ماجہ)

حاصلِ کلام:

ان تمام باتوں سے پتہ چلا کہ حدیث کی اہمیت کس قدر ہے جب حدیث کی اس قدر اہمیت ہے تو حدیث کے علم کی بھی کس قدر اہمیت ہو گی کہ بغیر علم کے حدیث سے استفادہ ناممکن ہے۔ لہذا یہاں حدیث کی اہمیت ذکر کر کے بتایا یہ جارہا ہے کہ حدیث کی اہمیت سے فنِ حدیث کی اہمیت کا اندازہ ہر عاقل شخص لگا سکتا ہے۔

فنِ حدیث اور فیضِ ملّت:

فیضِ ملت جس طرح دیگر کئی علوم وفنون میں اپنی نظیر آپ تھے یونہی فنِ حدیث میں بھی اپنے زمانے کے علماء پر آپ کو فوقیت حاصل تھی۔ فنِ حدیث پر فیضِ ملت کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت آپ کی علمِ حدیث پر عظیم تصنیفات ہیں۔ بالخصوص بخآری شریف کی شرح بنام: (الفیض الکافی فی شرح صحیح البخاری) ہے۔ اس کتاب میں فیضِ ملت نے نہ صرف سابقہ شروحات کا نچوڑ کیا بلکہ دورِ حاضر کے کئی فتنوں کو تلوارِ اویسی (قلم) کے ذریعے نیست ونابود کیا۔ مزید یہ بھی کہ آپ نے اس کتاب کے شروع میں ایک ضخیم مقدمہ تحریر فرمایا جو پوری شرح کا جامع اور نچوڑ ہے۔[61]

فیضِ ملت اور کتبِ حدیث:

۱۔ الفیض الجاری شرح بخاری (10 مجلدات)
۲۔ انوار المغنی شرح سنن دار قطنی (10 مجلدات)
۳۔ شرح سنن دارمی (8 مجلدات)
۴۔ شرح صحیح مسلم (10 مجلدات)
۵۔ شرح جامع ترمذی (5 مجلدات)
۶۔ الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ (10 مجلدات)
۷۔ الاحادیث الموضوعۃ (5 مجلدات)
۸۔ اللمعات شرح مشکوۃ (4 مجلدات)
۹۔ تعلیقات علی المشکوۃ
۱۰۔ شرح اربعین نووی (وغیرہ وغیرہ)

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ اصولِ حدیث:

۱۔ اصطلاحات علمِ حدیث
۲۔ الحدیث الضعیف
۳۔ اصطلاحات الروایت (وغیرہ وغیرہ)[62]

---

61 (مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات، ص ۸۶)

62 (علم کے موتی)

علمِ فقہ:

فقہ کا لغوی معنیٰ: کسی شے کو جاننا اور اس کی معرفت و فہم حاصل کرنا ہے۔ اصطلاحی تعریف: فقہ سے مراد ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہے جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔

علمِ فقہ کی اہمیت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پانچ ارکان بیان فرمائے: ۱) شہادت ۲) نماز ۳) روزہ ۴) زکوۃ ۵) حج
گویا اسلام ان پانچ باتوں پر منحصر ہے لیکن اگر انہیں مزید مختصر کیا جائے تو محض دو باتوں پر منحصر ہے۔ ۱) عقائد ۲) اعمال کہ شہادت کا تعلق عقائد سے ہے۔ اس میں تمام قسم کے عقائد شامل ہیں۔ اور باقی چار کا تعلق اعمال سے ہے اور اعمال پر عمل کرنے کے لئے ان اعمال کی سمجھ اور علم ہونا لازم و ضروری ہے کہ بغیر اس کے اعمال پر عمل کیا ہی نہیں جا سکتا۔ کئی مسائل و احکام قرآن، حدیث اور اجماع میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ہر شخص ان مسائل کو بلا واسطہ خود ہی تلاش کرے یہ ناممکن عمل اور حدِ دشوار بات ہے۔ اس کی چند وجوہات بھی ہیں جو درج ذیل ہیں:
۱) مصروفیات زندگی ۲) شریعت کے تمام مسائل عربی زبان میں ہیں اب ہر شخص عربی زبان کا علم رکھے یہ ناممکن ہے۔ شریعت کے کئی ایسے مسائل ہیں جو قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور نہیں بلکہ ان میں بہت ابہام ہو اجمال ہوتا ہے اور کئی آیات اور روایات ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں اور قرآن کی بعض آیات دوسری بعض آیات کے متعارض ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس کی تائید زبانِ نبی علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ثابت ہے اور ہر ایک شخص اجتہاد کرنے پر قادر نہیں۔ اس طرح کے کئی مسائل جن کے علم پر ہر شخص قادر نہیں ہوتا لہٰذا ایسے چند اشخاص کا ہونا ضروری ہے جو ان مسائل کا علم رکھیں اور لوگوں کو اس علم کی تعلیم کریں جیسا کہ ہر دور میں ایسے افراد رہے جو فقہ کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے اور شرعی مسائل کو قرآن و حدیث و اجماع کی روشنی میں حل کیا کرتے تھے انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ چار افراد ایسے ہیں جو مکاتبِ فکر ہوئے جن کے نام یہ ہیں ۱) امام اعظم ابو حنیفہ ۲) امام مالک ۳) امام شافعی ۴) امام احمد بن حنبل ان کے بعد ان کے شاگرد حضرات ہر ایک کے مسائل کو حل کیا کرتے اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور آج تک جاری و ساری ہے۔
صاحب الاشباہ والنظائر نے فقہ کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا: الفقه أشرف العلوم قدراً وأعظمها أجراً وأتمها عائدةً وأعمها فائدةً وأعلاها مرتبةً يملا العيون نوراً والقلوب سروراً والصدور انشراحاً۔

علمِ فقہ تمام علوم میں قدر و منزلت کے اعتبار سے بڑا اشرف والا ہے اور اجر کے اعتبار سے بھی اس کا مرتبہ اونچا ہے۔ یہ اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی بہت بلند ہے اور یہ آنکھوں کو نور اور جلا بخشتا ہے۔ دل کو سکون و فرحت دیتا اور اس سے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔[63] اور صاحب درِّ مختار نے علم فقہ کی عظمت کا یوں تذکرہ کیا:

و خیر علوم علم فقه لأنه یکون الی العلوم توسلاً فأن فقیهاً واحداً متورعاً علی ألف ذی زهد تفضل وأعلی تفقه فأن الفقه أفضل قائد الی البر والتقوی وأعدل قاصد وکن مستفیداً کل یوم زیادة من الفقه واسبح فی بحور الفوائد۔

تمام علوم میں قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے بہتر علم فقہ ہے۔ اس لیے کہ علم فقہ تمام علوم تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے ایک متقی فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ علم فقہ کو اس لیے بھی حاصل کرنا چاہیے کہ علم فقہ نیکی اور تقویٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہر دن علم فقہ سے مستفید ہوتے رہنا چاہیے اس کے سمندر میں غوطہ زنی اختیار کرنی چاہیے۔[64]

فیضِ ملت اور علمِ فقہ:

حدیث مبارکہ ہے اللہ تبارک و تعالی جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔
فیضِ ملت جس طرح دیگر علوم میں ماہر تھے اسی طرح علمِ فقہ میں بھی آپ کی مہارت و قابلیت سمندر کی موجوں کی طرح جوش مارتی تھی۔ بے شمار جدید و قدیم مسائل پر آپ نے بیسیوں کتب و رسائل تحریر فرمائے۔ کسی بھی مسئلہ کی توضیح کا معاملہ ہوتا یا کسی جدید مسئلہ پر غور و فکر کرنا ہوتا تو فیضِ ملت ہر علمی محاذ پر سنجیدگی اور سادگی سے مسائل کو حل فرماتے۔ علم فقہ کا سب سے اہم شعبہ فتویٰ نویسی ہے اس شعبے میں بھی فیضِ ملت نے کمال حاصل کیا اور فتاوی جات کے حوالے سے بے شمار خدمات سر انجام دیں جن میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

فیضِ ملت اور کتبِ فقہ:

۱۔ فتاوی اویسیہ (12 مجلدات)	۲۔ حاشیہ قدوری
۳۔ شرح ہدایہ	۴۔ شرح وقایہ

---

63 (الاشباہ والنظائر)

64 (درِّ مختار)

۵۔اثمار الذبح فی احکام الذبح

۶۔الاستبشار فی الاستبشار

۷۔الابد السعید فی الاحکام العید

۸۔احسن القریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ

۹۔احکامِ شریعت

۱۰۔اعضائے انسانی کے احکام (وغیرہ وغیرہ)[65]

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ اصولِ فقہ:

۱۔حقیقت الیاقوت شرح مسلم الثبوت

۲۔عرف عام یا عادات

۳۔اصل اباحت ہے

۴۔شرح اصول الشاشی

۵۔اصولِ فقہ

۶۔زینۃ القرطاس بالاجماع والقیاس (وغیرہ وغیرہ)[66]

علم تصوف:

تصوف کیا ہے؟ اس بارے میں بزرگانِ دین کے کئی اقوال منقول ہیں۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے مقام و مرتبہ اور حالات کے اعتبار سے تصوف کی تعریف بیان کی ہے۔ چنانچہ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالۂ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے رب کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے۔ اور جب تصوف کے متعلق حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔[67]

---

65 (علم کے موتی)

66 (علم کے موتی)

67 (کشف المحجوب)

تصوف کی خصوصیات:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تصوف کی بنیادی خصوصیات آٹھ ہیں۔ ۱) سخاوت ۲) رضا ۳) صبر ۴) اشارہ ۵) غربت ۶) گدڑی (لباس) ۷) سیاحت ۸) فقر[68]

تصوف کی اہمیت:

تصوف کی ضرورت ہر مسلمان مرد و عورت کو ہے چاہے گناہگار ہو یا نیک متقی پرہیز گار الغرض بچے سے بوڑھے تک سب ہی تصوف کے محتاج ہیں کیونکہ تصوف کوئی حسی شئ نہیں بلکہ دل میں ایک کیفیت کا نام تصوف ہے۔
حضرت عمر فاروق سے روایت کردہ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام اس پر دال ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں سرکار علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام سے چند سوالات کیے جن میں سے ایک سوال یہ کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! احسان کیا ہے؟ فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اگر تم خدا کو دیکھ نہیں دیکھ نہیں رہے (یہ کیفیت پیدا نہیں ہو رہی) تو کم از کم یہ یقین کرلو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔
مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں جس احسان کی تفصیل سرکار علیہ السلام نے بیان فرمائی اسے صوفیاء کرام تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ دراصل تصوف دلی کیفیت کا نام ہے اور یہ مذہب سے جدا بھی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے بلکہ یہ تو مذہب کی اصل روح و روحانیت ہے کہ جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ لاش ہے اسی طرح اللہ کی عبادت بغیر اخلاص و یقین کے بے قدر و قیمت ہے۔
تصوف ہی سے رب کی محبت اور اس کے محبوب کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب بندہ رب کی محبت حاصل کرلیتا ہے تو خدا کی نافرمانی سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے کہ جس سے محبت ہو جائے اس کی نافرمانی نہیں ہوتی۔ لہٰذا پتہ چلا کہ تصوف بندے کو نیک متقی و پارسا بنا دیتا ہے اس کی اہمیت و ضرورت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

فیضِ ملت اور علمِ تصوف:

فیضِ ملت کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ ہمہ وقت پابندِ شریعت رہے ہر فرض و واجب کی محافظت اور اتباعِ سنت و شریعت میں کوئی کمی نہ ہونے دی جس کے نتیجے میں ان کا قلب ایسا پاک ہوا کہ نورِ معرفت کی تابندگی اوائلِ زندگی ہی میں نظر آنے لگی۔ آپ نے تصوف کو صرف اپنے تک محدود نہ رکھا بلکہ دنیا بھر کو

---

68 (کشف المحجوب، ص۳۹)

قلمِ اویسی کے ذریعے تصوف کی معرفت عطا فرمائی اور اس کے ذریعے دینِ متین کی بے حد خدمت کی۔ کئی علمِ تصوف پر مبنی عربی کتب کے ترجمے بھی کئے اور علمِ تصوف پر بے شمار رسائل بھی تحریر فرمائے جن میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

فیضِ ملت اور کتبِ تصوف:

۱۔ انطاق المفہوم اردو ترجمہ احیاء العلوم
۲۔ آدابِ شیخ
۳۔ نفحات الانس ترجمہ وحاشیہ
۴۔ مرغوب القلوب شمس تبریز
۵۔ منبہات لابن حجر ترجمہ وحاشیہ
۶۔ روض الریاحین ترجمہ وحاشیہ
۷۔ مثنوی معنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ احادیثِ تصوف
۹۔ حلیۃ الاولیاء ترجمہ وحاشیہ
۱۰۔ منہاج العابدین للغزالی ترجمہ (وغیرہ وغیرہ)[69]

علمِ تاریخ:

علمِ تاریخ اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے انبیاء کرام، رسل حضرات، بادشاہوں، فاتحوں اور معروف شخصیات کے حالات و واقعات وغیرہ معلوم ہو سکیں۔

تاریخ کی اہمیت:

تاریخ در حقیقت کچھ قصے کہانیوں کا نام نہیں بلکہ تاریخ صدیوں کے واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹتی ہے۔ تاریخ مختلف زبانوں اور ممالک کی تہذیب و تمدن کا آئینہ ہوتی ہے۔ یہ بادشاہوں، فاتحوں اور معروف لوگوں کے کارناموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ تاریخ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قوموں اور حکومتوں کے عروج وزوال اور اس کے اسباب و علل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ماضی کے سبق آموز واقعات کا مطالعہ کر کے بندہ اپنے مستقبل کو روشن بنا سکتا ہے اور تاریخ کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کن کن قوموں نے کن کن میدانوں میں کون کون سے کارنامے سر انجام دیے۔ تاریخ کے دامن میں کئی عبرتناک واقعات اور سبق آموز قصے ہیں جن کے مطالعہ کے ذریعے بندہ اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے۔ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمے میں تاریخ کے فوائد پر نظر ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: تاریخ ایک ایسا فن ہے جو کثیر الفوائد اور بہترین نتائج پر مشتمل ہے اور تاریخ کا

69 (علم کے موتی)

علم ہم کو سابقہ امتوں کے اخلاق و حالات اور انبیاء کرام علیہم السلام کی پاک سیر توں سے روشناس کر تا ہے تا کہ جو شخص دینی اور دنیاوی معاملات میں ان میں سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو آسانی سے کر سکے۔

فائدۂ تاریخ:

جو حالات موجودہ زمانے میں پیش آ رہے ہیں ان کو گزرے ہوئے زمانے کی حالتوں سے ملا کر نتیجہ نکالنا اور اس پر عمل کرنا تاریخ کا مقصدِ حقیقی اور فائدہ ہے۔

فیضِ ملت اور علمِ تاریخ:

فیضِ ملت تاریخ کا بے شمار علم رکھا کرتے تھے۔ واقعات ہوں یا سوانح، حالات ہوں یا جنگ و جدال الغرض ہر طرح کی تاریخ کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تحریر کردہ کتبِ کثیرہ سے ہی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فیضِ ملت کو کس قدر تاریخ کا علم تھا۔ آپ کی علمِ تاریخ پر مبنی کتبِ کثیرہ میں سے چند کتب درج ذیل ہیں:

فیضِ ملت اور کتبِ تاریخ:

۱۔ سوانح حیاتِ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۔ سوانح حیات امام جلال الدین سیوطی
۳۔ سوانح حضرت احمد کبیر رفاعی
۴۔ دراز تاریخ کربلا
۵۔ خلافت بنو عباسیہ کے خدوخال
۶۔ تذکرہ علمائے اہلسنت (۲ جلد میں)
۷۔ اویسی ماہ و سال
۸۔ امام حسین اور یزید پلید
۹۔ باکمال نابینے
۱۰۔ کیا انسان بندر تھا؟ (وغیرہ وغیرہ)[70]

علمِ کلام:

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: وہ علم جس میں عقائدِ ایمانیہ کا دلائلِ عقلیہ کے ذریعے دفاع کیا جاتا ہو نیز بدعتیوں اور اہلِ سنت و سلف کے عقیدے سے انحراف کرنے والوں کا رد کیا جاتا ہو اس علم کو علمِ کلام کہا جاتا ہے۔

---

70 (علم کے موتی)

علمِ کلام کی اہمیت:

دینی علوم وفنون میں ایک اہم ترین اور بنیادی علم "علم الکلام" ہے۔ جسے علم التوحید، علم الاسماء والصفات، علم اصول الدین اور علم العقائد وغیرہ ناموں سے جانا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں جن عقائد کا ذکر ہے ان کی حقانیت پر پوری طرح ایمان لانا اور ان اعتقادی نصوص پر وارد ہونے والے اشکالات وشبہات کا تسلی بخش جواب دے کر عام مسلمانوں کے دین وایمان کی اچھی طرح حفاظت کرنا اس علم کا بنیادی مقصد ہے۔

فیضِ ملت اور علم الکلام:

فیضِ ملت کا جس طرح دیگر علوم پر کام رہا اسی طرح آپ نے علمِ کلام پر بھی کافی کام کیا کہ آپ علمِ کلام پر بھی مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ مزید یہ کہ علمِ کلام ایسا فن ہے جس کے ماہر بہت قلیل تعداد میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر بات کرنے سے ہر ایک شخص ڈرتا اور گھبراتا ہے اور ڈر بھی کیوں نہ ہو کہ ایک غلطی سے بھی سلبِ ایمان ممکن ہے۔ لیکن جو ماہرین ہوتے ہیں وہ رب کی ذات وصفات پر کلام نہیں بلکہ رب کی ذات وصفات کے متعلق عقائد کو عام لوگوں میں واضح کرتے ہیں۔ انہیں ماہرین میں سے ایک نامور شخصیت حضور فیضِ ملت بھی ہیں جنہوں نے عام وخاص سبھی کو علمِ کلام سے باخبر کیا اور آنے والی نسلوں کی آسانی کے لئے اس موضوع پر کثیر کتب بھی تحریر فرمادیں جن میں سے چند کتب درج ذیل ہیں:

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ کلام:

۱۔ القواعد الاویسیہ ترجمہ وشرح عقائد نسفیہ

۲۔ الفتوح في حقیقة الروح

۳۔ الرضوان فی عقائد عثمان

۴۔ روح کو موت نہیں

۵۔ زندہ روحوں کی زندہ باتیں

۶۔ عقائد اسلامی

۷۔ ابن تیمیہ کے عقائد

۸۔ اللہ تعالیٰ تو یا آپ؟

۹۔ قرآن صفتِ الٰہی ہے

۱۰۔ ترجمہ وشرح فقہِ اکبر (وغیرہ وغیرہ)

علمِ مناظرہ:

علمِ مناظرہ وہ علم ہے جس میں متخاصمین درستگی کے اظہار کے لئے دو چیزوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت میں توجہ کریں۔[71]

فنِ مناظرہ کی اہمیت:

مناظرہ علمی دلائل کی جنگ کا نام ہے اور جنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:
عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّی الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ. فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ یعنی حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو۔ ہاں جب ان سے لڑائی ہو جائے تو ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔[72]
مناظرہ ایک زبردست علم ہے۔ قرآن میں جن پانچ علوم کا صراحتاً ذکر ہے، ان میں سے ایک "علم الجدل" بھی ہے، اسی کو علم المخاصمہ کہتے ہیں، اسی کا نام علم المناظرہ بھی ہے۔ کتابِ مقدس میں مناظرے کا طریقہ ان الفاظ میں بتایا گیا ہے: { جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ }
یعنی مناظرے کا جو اسلوب سب سے شان دار ہو، اسے اپناؤ۔[73]
قرآن میں یہودیوں، عیسائیوں، منافقوں اور مشرکوں سے مناظرے کی باتیں جابہ جا منقول ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو علمِ مناظرہ نہی عن المنکر کی ایک اعلیٰ قسم معلوم ہو گا۔ منکرات یعنی بری باتوں سے دوسرے مسلمانوں کو روکنا اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے برائی سے روکنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ: مَن رَأَى مِنكُم مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وذلكَ أَضْعَفُ الإيمان
یہ حدیث صحیح مسلم میں آئی ہے، اس کے مطابق ہر واقفِ شریعت مسلمان پر لازم ہے کہ بقدرِ استطاعت برائیوں کے خلاف حرکت میں آئے۔

---

71 (مناظرہ رشیدیہ، ص۹)

72 (صحیح البخاری: ج 1 ص 424 کتاب الجہاد، باب لا تمنوا لقاء العدو)

73 (النحل:۱۲۵)

آدمی جس جگہ رہتا ہے، وہاں کے اثرات بھی خواہی نخواہی قبول کرلیتا ہے۔ علماء سے وابستہ مسلمان غلط آدمی کے خیالات سے ہم آہنگ نہیں ہوتے تو وہ مختلف ہیچ پوچ دلائل سے اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی واقفِ شریعت اس وقت خاموش رہے اور مصلحت کی چادر اوڑھ لے تو یہ بھی مداہنت کی ایک شکل ہے۔ یہ کام یہود کے علماء کیا کرتے تھے، جن کی اللہ نے سخت مذمت فرمائی ہے۔ اس مداہنت کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا آدمی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے۔

مناظرے کے بغیر کوئی چارہ نہیں:

دنیا کا تقریباً ہر انسان فطرتاً مناظر واقع ہوا ہے۔ ردوقدح کا مزاج کم وبیش ہر بندے میں ہے۔ آپ کا مخاطب کوئی بھی ہو، اگر آپ کی بات اسے پسند نہیں آئی اور وہ بولنے کی ہمت رکھتا ہے تو آپ سے بحث کرنے لگے گا۔ آج مناظرے کا قدیم انداز اگرچہ برائے نام ہے، مگر اس کا وجود کسی نہ کسی نام سے اب بھی عروج پر ہے۔ دو روایتی حریفوں کے درمیان بحث کو مذاکرہ کا نام دے دیا گیا ہے، ٹی وی پر باہم گفت وشنید کو ڈبیٹ بھی کہا جانے لگا۔ عدالتوں میں وکلاء کے درمیان بحث کو جرح نام زد کیا گیا۔ یہ ساری چیزیں مناظرے ہی کے قبیل کی ہیں۔ ان کے بغیر زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی ہے۔ پھر مناظرے کی افادیت کا انکار کیوں!!!

فیضِ ملت اور کتبِ مناظرہ:

۱۔ شرح مناظرۂ رشیدیہ	۲. مناظرۂ حاضر وناظر
۳۔ علم المناظرہ	۴۔ مناظرۂ علمِ غیب
۵۔ شکست فاش مناظرہ	۶۔ مناظرۂ اویسی بہ عیسائی
۷۔ مناظرے ہی مناظرے	۸۔ مناظرۂ لودھراں
۹۔ مناظرۂ لالہ موسیٰ	۱۰۔ مناظرۂ سٹھ میل (وغیرہ وغیرہ)

(علم کے موتی)

فنِ بلاغت:

وہ فن جس میں کلام، دلنشین اور حال کے موافق ہو۔ بلاغت کے ساتھ ایک اور لفظ مستعمل ملتا ہے جسے فصاحت کہتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فصاحت کا تعلق لفظ کے حسن وخوبی سے ہے اور بلاغت، معنوی حسن وخوبی سے بحث کرتی ہے۔

بقول اکبر الہ آبادی:

- سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
- اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

فنِ بلاغت کی اہمیت:

فنِ بلاغت وہ علم ہے جو تین شاخوں یعنی علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بدیع پر مشتمل ہے۔ یہ علم محض عربی زبان کے لیے خاص نہیں بلکہ ہر زبان کے لیے یہ علم ضروری اور لازمی ہے کہ اسی علم کے ذریعے بندہ جس کسی زبان میں انتہا درجے کی مہارت حاصل کرنا چاہے تو اس علم کے ذریعے آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ یہ علم بالخصوص عربوں میں زیادہ مشہور رہے اور وہی لوگ اس علم کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں لیکن عجم میں بھی چند نامور شخصیات ایسی ہیں جنہیں عرب دنیا بھی اس علم میں ماہر تصور کرتی ہے جن میں سے ایک مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی ہیں۔

مخلوق میں بلاغت کی ابتدا و انتہا آپ علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ذات ہی ہیں کہ آپ سے بڑھ کر کون بلیغ؟

آپ جوامع الکلم ہیں۔ آپ کی کئی احادیث مبارکہ ایسی ہیں جو عوام حتی کہ خواص کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں۔ ان احادیث کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے فنِ بلاغت سیکھی ہو۔ اسے سیکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ کئی مسائل و احکام اسی علمِ بلاغت کے ذریعے سمجھے جاتے ہیں۔

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ بلاغت:

١۔ ترجمہ و شرح مطول
٢۔ استعارہ
٣۔ ترجمہ و شرح تلخیص المفتاح
٤۔ ترجمہ و شرح مختصر المعانی
٥۔ مطول کا حاشیہ (وغیرہ وغیرہ)[74]

علم المیراث:

اس کے معنی "ترکہ" ہیں۔ یعنی وہ مال جو میت چھوڑ کر مرے۔ اسے علمِ الفرائض بھی کہا جاتا ہے۔

---

74 (علم کے موتی)

علم المیراث کی اہمیت:

میراث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کریم نے قرآن میں اس کی تفصیلات کو کئی آیات میں بیان فرمایا۔ دیگر احکام بھی قرآن میں بیان ہوئے جیسے زکوۃ کہ اللہ تبارک و تعالی نے اس کی فرضیت اور فضیلت کو تو قرآن میں بیان فرمایا مگر اس کی مقدار بیان نہیں فرمائی۔ لیکن میراث کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور ورثاء کے حصوں کو بھی واضح فرمایا۔ میراث کی شرعی تقسیم میں کتنی کوتاہی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ میراث کے مسائل ہر عالم اور مفتی کو یاد بھی نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے یہ مسائل پڑھے نہیں ہوتے بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان سے کوئی میراث کے مسائل پوچھنے والا ہی نہیں ہوتا حالانکہ ہر روز ہزاروں مسلمان فوت ہو رہے ہیں لہذا ہونا تو یہ چاہیے کہ مسائل پوچھنے والوں کی قطاریں لگی ہوں لیکن ایسا نہیں ہوتا! میراث کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام نے علمِ میراث سیکھنے اور سکھانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم علم الفرائض (علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں اور بلاشبہ عنقریب علم اٹھایا جائے گا اور بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی حصہ میراث کے بارے میں باہم جھگڑا کریں گے اور انہیں کوئی شخص نہیں ملے گا جو ان کے درمیان اس کا فیصلہ کرے۔[75] اسی طرح ایک اور مقام پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم فرائض (میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ وہ نصف علم ہے۔

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ میراث:

ا. زبدہ المیراث خلاصہ سراجیہ	۲۔ مسائلِ میراث
۳۔ فتاویٰ میراث	۴۔ شرح ابیاتِ میرے
۵۔ شرح اشعار علم المیراث	۶۔ خلاصۂ میراث (وغیرہ وغیرہ)

علمِ منطق:

منطق کا لغوی معنی "بولنا" جبکہ اصطلاحی تعریف: ایسے قوانین کا جاننا جن کا لحاظ اور رعایت ذہن کو غور و فکر میں غلطی سے بچا لے۔[76]

---

75 (مستدرک علی الصحیحین، جزء ۴، ص ۳۶۹)

76 (نصاب المنطق)

علمِ منطق کی اہمیت:

علمِ منطق کی ضرورت سے انکار کرنا سورج کو آئینہ دکھانے کے مترادف ہے کیونکہ قرآن وحدیث کو سمجھنے، تبلیغِ اسلام کے درمیان منکرین کی تشفی کروانے، معاشرتی سماجی معاملات میں کسی کو قائل کرنا ہو تو ان سب مقامات پر منطق ہی وہ علم ہے جو درست انداز سے رہنمائی کرتا ہے۔

حجت الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کو منطق نہیں آتی وہ کسی علم میں پختگی حاصل نہیں کر سکتا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: منطق علوم میں دلائل کی پرکھ کے لیے ایک معیار ہے۔

منطق درحقیقت وہی ہے جس کو ہم عمومی گفتگو میں بارہا استعمال کرتے ہیں اور اس کی ضرورت ہمیں آپسی گفتگو میں بھی درپیش ہوتی رہتی ہے۔

اس فن کو انگریزی میں "لوجک" کہا جاتا ہے۔ اسی فن کی وجہ سے وکلاء تیار ہوتے ہیں اور یہ فن "لا کالج" میں علومِ آلیہ کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔

فیضِ ملت اور علمِ منطق:

امامِ اعظم کا فرمان: تم علمِ منطق میں مشغول نہ ہونا کیونکہ یہ عمر کو ضائع وبرباد کر دے گا۔

امام شافعی کا فرمان: جو آدمی علمِ منطق سیکھے اس کو اونٹ پر سوار کر کے پورے شہر کا چکر لگوایا جائے اور خوب پٹائی کر کے یہ اعلان کیا جائے کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو کتاب اللہ کو چھوڑ کر فضول بحثوں میں لگ گیا۔

مذکورہ بالا اقوال بظاہر علمِ منطق کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان تمام اقوال سے مراد ایسا شخص ہے جو فرائض علوم کو چھوڑ کر محض علمِ منطق پر اکتفا کر بیٹھے اور اس علم میں اتنا منہمک ہو جائے کہ گمراہی اس کا مقدر بن جائے۔ لہذا ایسے علوم جو گمراہی تک لے جاتے ہوں ان علوم کو ضرورت سے زیادہ سیکھنا جائز نہیں کہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔ لیکن بات ہے فیضِ ملت کی تو فیضِ ملت ایک ولی کامل اور عالمِ باعمل تھے لہذا آپ نے اس علم کو محض ضرورت کی حد تک ہی سیکھا اور لوگوں کو سکھایا اس پر آپ کی علمِ منطق کے موضوع پر کتبِ کثیرہ دال ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ذکر ہے۔

فیضِ ملت اور کتبِ علمِ منطق:

۱. قواعدِ منطق
۲. تعلیمِ منطق
۳۔ ترجمہ وشرح مرقاہ
۴۔ ترجمہ وشرح میر قطبی

۵۔ فیض الحسیب ترجمہ وشرح تہذیب ۶۔ نقشۂ قواعدِ منطق

۷۔ سر المکتوم ترجمہ وشرح سلم العلوم ۸۔ شرح ایساغوجی

۹۔ کشف المبہم شرح مسلم ۱۰۔ شرح علی شرح تہذیب (وغیرہ وغیرہ)[77]

طب:

وہ علم جو ان قوانین پر مشتمل ہو کہ جن کے ذریعے صحت وعدمِ صحت کی جہت سے بدن کے احوال جانے جاتے ہوں۔[78]

الطب الروحانی:

یہ دلوں کے کمالات، آفات، امراض اور دواؤں کے جاننے اور ان دلوں کی صحت واعتدال کی حفاظت کی کیفیت جاننے کا علم ہے۔[79]

فنِ طب کی اہمیت:

اسلام میں طب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں جب کہ اسلامی حکومت کا کوئی محکمہ اور دفتر نہیں تھا، مسجد نبوی کے صحن میں ایک شفاخانہ موجود تھا اور ایک انصاری خاتون حضرت رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شفاخانہ کی نگران تھیں، جو بلا عوض خدمت کیا کرتی تھیں۔

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کو رفیدہ کے خیمہ میں پہنچا دو، حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں بھی فنِ طب میں خاص مہارت رکھتی تھیں۔

حضرت عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ "میں نے حضرت عائشہ سے بڑا طب میں کوئی عالم نہیں دیکھا" (تاریخ الاسلام للذہبی)

مختلف کتبِ حدیث میں ہے کہ حضرات صحابیات جنگوں میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

---

77 (علم کے موتی)

78 (قواعد الفقہ: ۳۶۰)

79 (التعریفات: ۱۰۰)

جوں جوں علم کی روشنی پھیلتی گئی تمام بڑے بڑے اسلامی مرکزوں میں طبی مدارس اور ہسپتال قائم ہوتے چلے گئے۔

فیضِ ملت اور کتبِ فنِ طب:

ا. اسلام اور طب	۲۔ خارش اور اس کا علاج
۳۔ مفید الاجسام	۴۔ شہد کے فضائل و فوائد
۵۔ مرگی اور اس کا علاج	۶۔ بہترین ورزش
۷۔ کدو شریف کے فضائل	۸۔ گنج اور گنجہ
۹۔ چھوتی بیماریاں	۱۰۔ مسواک کے فضائل و مسائل (وغیرہ وغیرہ)

علمِ نحو:

وہ علم جس کے ذریعے کلام کی صحت اور فساد کو جانا جاتا ہو اسے علم النحو کہتے ہیں۔[80]

علمِ صرف:

وہ علم ہے جس میں کلموں کے بنانے اور صیغوں میں تبدیلی کرنے کے قواعد و ضوابط بیان کئے جائیں۔[81]

علمِ صرف و نحو کی اہمیت:

علومِ آلیہ جو قرآن و حدیث کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں ان علوم میں علمِ نحو و علمِ صرف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ان کی اہمیت اہلِ فن و اہلِ علم کے نزدیک کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ روزِ روشن کی مانند عیاں ہے۔

یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ

(الصرف ام العلوم و النحو ابوھا)

یعنی علمِ صرف تمام علوم کی ماں ہے اور علمِ نحو ان سب کا باپ ہے۔

---

80 (التعریفات:166)

81 (خزائن التعریفات:216)

جسطرح اولاد کے صحت مند ہونے کیلئے والدین کا تندرست اور قوی ہونا ضروری ہے۔اسی طرح ایک طالب علم کیلئے قرآن و سنت اور علوم عربیہ میں باکمال ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف و نحو میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔

ان میں سے سب سے پہلے رتبہ صرف کا آتا ہے۔

علم صرف کو صحیح محنت و لگن سے پڑھ لینے کے بعد صیغوں اور ان کے مفاہیم کو سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی مشکل نہیں آتی۔

ان علوم کا تعلق بالخصوص عربی زبان سے ہے اور ہر زبان میں ان کے قواعد کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ انہی قواعد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زبان سیکھی اور سکھائی جاتی ہے اگر قواعد کو صَرفِ نظر کر لیا جائے تو افہام و تفہیم نہیں ہو سکتی۔بلکہ بسا اوقات معنی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔بالخصوص عربی زبان میں اگر زبر، زیر یا پیش جیسی بظاہر چھوٹی سی غلطی بندے کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔

جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان:

{اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ رَسُوْلُهٗ}

یعنی بیشک اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔[82]

اب اگر کوئی لفظِ رسول پر زیر دے کر پڑھتا ہے تو ترجمہ ہوگا "بیشک اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بری ہے"(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)اب ذرا تھوڑی دیر کیلئے آپ غور کریں کہ زبر، زیر، پیش کے فرق نے ترجمے میں کتنا فرق لایا۔یہ تو ایک موٹی سی مثال دے کر آپ کو علمِ نحو و صرف کی اہمیت بیان کرنے کی سعی کی ہے۔اس کے علاوہ نہ جانے کتنی بڑی بڑی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔

ایسی غلطیوں کی نشاندہی علم نحو و صرف کے ذریعے ہوتی ہے۔علم نحو کے قواعد آپ کو بتائیں گیں کہ یہاں پر یہ اعراب آئے گا اور یہ اعراب نہیں آئے گا اور علم الصرف کے قواعد آپ کو بتائیں گے کے کونسا صیغہ کہاں استعمال ہوگا اور کہاں نہیں۔

فیضِ ملت اور علم النحو:

۱۔اویسیہ فی علم النحو	۲۔ترجمہ و شرح کافیہ
۳۔ترجمہ و شرح ابیات(حصہ دوم)	۴۔ترجمہ و شرح ہدایۃ النحو
۵۔نعم الحامی شرح شرح جامی	۶۔التوضیح الکامل ترجمہ و شرح شرح مأۃ عامل
۷۔التحائف السنیہ فی التراکیب النحویہ	۸۔الفیض الکبیر ترجمہ و شرح نحو میر
۹۔نقشۂ قواعدِ نحو	۱۰۔قواعد النحو(وغیرہ وغیرہ)

82 (التوبہ:۳)

فیضِ ملت اور علم الصرف:

۱. ترجمہ وشرح ابیات الصرف
۲۔ نقشۂ قواعدِ صرف
۳۔ النجاح ترجمہ وشرح مراح الارواح
۴۔ فضلِ الٰہی شرح صرف بہائی
۵۔ صرفِ اویسی
۶۔ فیض الکبیر ترجمہ وشرح صرف میر
۷۔ ابواب الصرف مع قوانین
۸۔ ہدیۃ الطلبہ عرف مشکل صیغے
۹۔ فیاضی شرح زرادی
۱۰۔ خلاصۂ صرف (وغیرہ وغیرہ)[83]

اب ہم فیضِ ملت کے چند علوم وفنون کے محض نام اور ان کے تحت چند کتبِ اویسی کا تذکرہ کرتے ہیں:

فیضِ ملت اور ردِ باطلہ:

۱۔ مرزائی بے ایمان
۲۔ ردِ عیسائیت
۳۔ ردِ نیچری
۴۔ ردِ کمیونسٹ
۵۔ آئینۂ مودودی
۶۔ امیر معاویہ اور یزید
۷۔ وہابی نامۂ
۸۔ آئینۂ دیوبند
۹۔ لانبی بعدی
۱۰۔ تقابلِ ادیان (وغیرہ وغیرہ)[84]

فیضِ ملّت اور کتبِ فضائل ومناقب:

۱۔ فضائل اہلِ بیت
۲۔ فضائل بسم اللہ شریف
۳۔ فضائلِ نکاح
۴۔ فضائل شہادت
۵۔ فضائل شبِ میلاد
۶۔ مناقب امام اعظم
۷۔ ابوینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۸۔ فضائل درود شریف

---

83 (علم کے موتی)

84 ایضا

۹۔ فضائل حسنِ اخلاق ۱۰۔ فضائل قرآن مجید (وغیرہ وغیرہ)

(علم کے موتی)

فیضِ ملت اور اعلیٰ حضرت:

۱۔ امام احمد رضا اور فنِ تفسیر ۲۔ امام احمد رضا اور احادیث موضوعہ

۳۔ تفسیرِ امام احمد رضا ۴۔ امام احمد رضا ریاست بہاولپور کے مشائخ و علماء کی نظر میں

۵۔ اسانیدِ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ۶۔ امام احمد رضا کی کرامات

۷۔ امام احمد رضا کا فقہائے سلف سے اختلاف اور اس کی نوعیت ۸۔ امام احمد رضا کا درس ادب

۹۔ الحقائق فی الحدائق ۱۰۔ کنزالایمان پر اعتراضات کے جوابات (وغیرہ وغیرہ)[85]

فیضِ ملت اور معمولاتِ اہلِ سنت:

۱۔ اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا ثبوت ۲۔ الوسیلہ بالاشخاص

۳۔ ندائے یارسول اللہ کا ثبوت ۴۔ چہلم شریف کا ثبوت

۵۔ انگوٹھے چومنے کا ثبوت ۶۔ تعینِ دن کا ثبوت

۷۔ چراغاں کا ثبوت ۸۔ مزارات پر پھول ڈالنا کیسا؟

۹۔ قبر پر اذان کا ثبوت ۱۰۔ مختارِ کل (وغیرہ وغیرہ)

(علم کے موتی)

فیضِ ملت اور اوراد و ظائف:

۱۔ تعویذات و عملیات اویسی ۲۔ استخارہ

۳۔ غم ٹال وظیفے ۴۔ سلسلہ اویسیہ کے اوراد و ظائف

۵۔ زیارۃِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرب وظیفے ۶۔ خزینۂ عملیات

۷۔ اورادِ غوثیہ ۸۔ درود و سلام سے چین و آرام

---

85 ایضا

۹۔رزق میں برکت کے وظائف ۱۰۔دعائے مغنی سیدنا اویس قرنی (وغیرہ وغیرہ)[86]

فیضِ ملت اور کتبِ ترجمہ:

۱۔ترجمہ سفر السعادہ؛ ۲۔ترجمہ جامع المعجزات

۳۔ترجمہ دلائل النبوہ ۴۔ترجمہ خصائص کبریٰ

۵۔ترجمہ حلیۃ الاولیاء ۶۔ترجمہ معتقد المنتقد

۷۔ترجمہ خلاصۃ الوفا ۸۔ترجمہ الیواقیت والجواھر

۹۔ترجمہ تنبیہ المغترین ۱۰۔ترجمہ مواہب الدنیہ (وغیرہ وغیرہ)

(علم کے موتی)

فیضِ ملت اور کتبِ سائنس:

۱۔ قرآن اور سائنس ۲۔چاند تک پہنچا

۳۔ مسلمان سائنسدان ۴۔سائنس اور معجزات

۵۔سائنس اور اسلام ۶۔ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور مسلمان

۷۔اعضائے انسان کے احکام ۸۔اسلامی صابن

۹۔سائنس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ۱۰۔ویڈیو، ٹی وی (وغیرہ وغیرہ)[87]

86 ایضا

87 ایضا

خلاصۂ مقالہ

اس دنیا میں کئی انسان آئے اور چلے گئے۔ ساری زندگی گمنامی کے فیض سے مستفیض ہوتے رہے اور پھر آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ لیکن کچھ نفوسِ قدسیہ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل ہوتی ہے۔ جب ایسے عظیم لوگ سفر آخرت کی جانب کوچ کرتے ہیں تو زمین و آسمان بھی آنسو بہاتے ہیں ایسی باکمال اور بے مثال شخصیات میں حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی علیہ الرحمہ کا نام نہایت روشن ہے۔ آپ نے ملک بھر میں تدریسی خدمات سر انجام دیں۔ ساری زندگی قلم و قرطاس سے تعلق رکھا، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں اپنی مثال آپ تھے۔ مختلف موضوعات پر تقریباً پانچ ہزار کے قریب تصانیف قلم بند فرمائیں۔ آپ نے نہایت برق رفتاری سے تصنیف و تالیف کے محاذ پر کام کیا۔ آپ کو صاحبِ تصانیف، مفسر، محدث، مولف، مترجم، شارح، مناظر، مدرس، شیخ طریقت، واعظ اور ایک مصلح کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تیرے علمی کارنامے بخشیں گے تجھے دوام
آبِ زریں سے لکھے گا کل مؤرخ تیرا نام

آپ جہاد بالقلم کے غازی ثابت ہوئے ہیں، موضوع خواہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو، عام فہم اور آسان انداز میں پیش کرنا آپ کا خاصہ رہا۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے محبت و شفقت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ نہایت حلیم الطبع، نرم مزاج اور صابر و شاکر کا اعلیٰ نمونے تھے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو مدینے کا بھکاری" لکھا اور اس پر فخر بھی کیا۔ دنیا بھر میں جا کر "پیغامِ اسلام پہنچایا، آخر دم تک قلمِ اویسی چلاتے رہے۔ میں نے آپ کی قلمی فتوحات کو صفحۂ قرطاس پر لانے کی سعی کی ہے۔ اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اویسی واقعی فیضِ ملت اور جہاد بالقلم کے غازی تھے۔ شیخ القرآن علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی کی ذات بے شمار خوبیوں کی جامع رہی۔ علماء تو بہت ہیں لیکن جو فیضِ ملت میں خوبیاں تھیں وہ ناپید ہیں۔

بچھڑا وہ کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا فیضان ہمیشہ جاری و ساری اور آپ کی خدمات کو لوگوں میں عام فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

عرض وتجاویز

فیضِ ملت مفتی فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دینِ متین کی ابدیت پر اثر انداز ہونے والے مسائل کی تنقیح کرتے ہوئے عقل و نقل کے حدود متعین فرمائے اور کلامی نقطۂ نظر سے اسلام کا دفاع کر کے اعتقادی فتنون اور گمراہیوں کو نیست و نابود کر دکھایا۔ آج بھی فیضِ ملّت کی تصنیفات ایمانی جوش اور ولولہ پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں، اگر انکی تصنیفات کو عام کیا جائے تو یقیناً بلاشبہ مسلمانوں کے مردہ جسم میں روحانیت اور فرقۂ باطلہ کے کلیجوں میں خنجرِ اویسی کے وار پیدا ہو سکتے ہیں۔ آپ کی تقریری خدمات تلاش کرنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا آپ کی تقریری خدمات پر بھی کام کی بہت حاجت ہے۔ ویسے تو فیضِ ملت کی تصانیف کثیر ہیں لیکن افسوس و ندامت اس بات پہ ہے کہ ابھی تک آپ کی چند تصانیف ہی منظرِ عام پر آئی ہیں۔ فقیر ادراۂ کنزالمدارس سے عرض کرتا ہے کہ فیضِ ملت کی تصنیفی خدمات پر کام بھی کیا جائے اور ان خدمات کو منظرِ عام پر بھی لایا جائے۔

اللہ تعالیٰ ان کی تمام خدمات قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

فہرستِ آیات

1	شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ	آلِ عمران:۱۸
2	فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ	یوسف:۷۶
3	خَلَقَ الْاِنْسَانَ	رحمٰن:۳
4	اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ }	یونس:۶۲
5	وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ	حجر:۹۹
6	وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا	فرقان:۶۴
7	حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ	بقرہ:۲۳۸
8	قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى	شوریٰ:۲۳
9	الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	علق:۵-۴
10	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ	الانعام:۸۶
11	وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا	الاحزاب:۷۱ ط
12	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	النساء:۶۵
13	اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ }	التوبہ:۳

مصادر و مراجع

مکتبۃ المدینہ کراچی	قران پاک
بیروت	صحیح بخاری
بیروت	صحیح مسلم
بیروت	ابن ماجہ
والضحیٰ پبلیشر	مظلوم مصنف
مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی	علم کے موتی
نعیمی کتب خانہ گجرات	کشف المحجوب
فرید بک اسٹال لاہور	تفسیر خازن مترجم
فرید بک اسٹال لاہور	مقالہ، علامہ اویسی کی مذھبی اور تصنیفی خدمات
مجلس اصحاب قلم	منزل بہ منزل